ماہنامہ
دخترانِ اسلام
لاہور
نومبر 2019ء

دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اُجالا کر دے

شمائل نبوی ﷺ سراپا مبارک

آپ ﷺ ظاہری و باطنی اعتبار سے منتہائے کمال پر فائز تھے

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا خصوصی خطاب

ذاتِ مصطفی ﷺ نعمتِ عظمیٰ ہے

انسانیت کی فلاح و نجات اسوۂ حسنہ کی اتباع میں ہے

محمد ﷺ

شاعرِ مشرق نے کامیاب زندگی کے راز بتائے

منہاج القرآن سسٹرز (یوکے) کے زیر اہتمام منعقدہ التزکیۃ کیمپ 2019ء
محترمہ ڈاکٹر غزالہ حسن قادری کی خصوصی شرکت

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 26 شمارہ: 11 / ربیع الاول ۱۴۴۱ھ / نومبر 2019ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر
اُم حبیبہ

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نوراللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصراللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، ہادیہ خان، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سمیعہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام — فوٹوگرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرس

اداریہ

(12 ربیع الاول، ریاست مدینہ اور انصاف کے تقاضے)		4
فکرِ شیخ الاسلام: شمائل نبوی ﷺ سراپا مبارک	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	5
ریاست مدینہ اور اسلامی فلاحی مملکت کا تصور	ماریہ بتول	8
ذاتِ مصطفی ﷺ نعمتِ عظمیٰ ہے	ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی	14
شاعری ہم وارث پیغمبری است	ڈاکٹر فرخ سہیل	19
آپ ﷺ کا اخلاق پوری انسانیت کیلئے نمونہ ہے	آسیہ سیف قادری	22
انسانیت کی فلاح و نجات اسوۂ حسنہ کی اتباع میں ہے	طیبہ کوثر	25
میلاد النبی ﷺ کی تقریبات قلب و روح کو تازگی بخشتی ہیں	راضیہ نوید	27
اخلاقِ نبوی ﷺ کا کمال	ایمن سہیل	29
”مشرق سے ہو بیزار نہ مغرب سے حذر کر“	ڈاکٹر حلیمہ سعدیہ	31
حکیم الامتؒ نے کلام کیلئے قرآن سے رہنمائی لی	سمیہ اسلام	34
آپ کی صحت: پرہیز علاج سے بہتر ہے	ویشاء وحید	37
میلاد مہم پلان 2019ء	رپورٹ	39

بدل اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید، امریکہ: 15 ڈالر — مشرق وسطی، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

ترسیل زر کا پتہ: منی آرڈر / چیک / ڈرافٹ بنام حبیب بنک لمیٹڈ منہاج القرآن برانچ اکاؤنٹ نمبر 01970014583203 ماڈل ٹاؤن لاہور

قیمت فی شمارہ -/35 روپے

سالانہ خریداری -/350 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور
فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

اَلَمْ یَجِدْكَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی. وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰی. وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰی. فَاَمَّا الْیَتِیْمَ فَلَا تَقْهَرْ. وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ. وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ.

(الضحیٰ، ۹۳: ۶ تا ۱۱)

”(اے حبیب!) کیا اس نے آپ کو یتیم نہیں پایا پھر اس نے (آپ کو معزّز و مکرّم) ٹھکانا دیا۔ اور اس نے آپ کو اپنی محبت میں خود رفتہ و گم پایا تو اس نے مقصود تک پہنچا دیا۔ اور اس نے آپ کو (وصالِ حق کا) حاجت مند پایا تو اس نے (اپنی لذتِ دید سے نواز کر ہمیشہ کے لیے ہر طلب سے) بے نیاز کر دیا۔ سو آپ بھی کسی یتیم پر سختی نہ فرمائیں۔ اور (اپنے در کے) کسی منگتے کو نہ جھڑکیں۔ اور اپنے رب کی نعمتوں کا (خوب) تذکرہ کریں۔“

(ترجمہ عرفان القرآن)

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ ص قَالَ: مَنْ قَالَ: إِذَا أَصْبَحَ وَإِذَا أَمْسَي: ﴿حَسْبِيَ اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾، سَبْعَ مَرَّاتٍ، كَفَاهُ اللهُ مَا أَهَمَّهُ صَادِقًا كَانَ أَوْ كَاذِبًا. رَوَاهُ أَبُوْدَاوُدَ.

”حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص صبح اور شام سات دفعہ یہ دعا پڑھتا ہے وہ سچا ہو یا جھوٹا اللہ تعالیٰ اس کے لئے (ہر فکر مند کرنے والے کام کے لئے) کافی ہوجاتا ہے ﴿حَسْبِيَ اللهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾: ”(مجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی سچا معبود نہیں اُسی پر میں نے توکل کیا اور وہ عرش عظیم کا رب ہے۔“

عَنْ أَبِي سَعِيْدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: اسْتَكْثِرُوْا مِنَ الْبَاقِيَاتِ الصَّالِحَاتِ. قِيْلَ: وَمَا هُنَّ يَا رَسُوْلَ اللهِ؟ قَالَ: التَّكْبِيْرُ وَالتَّهْلِيْلُ وَالتَّسْبِيْحُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ. رَوَاهُ ابْنُ حِبَّانَ وَأَحْمَدُ

”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: باقیات صالحات (باقی رہنے والی نیکیاں) زیادہ سے زیادہ جمع کرو۔ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون سی ہیں؟ فرمایا: ﴿اللهُ أَكْبَرُ، لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ، سُبْحَانَ اللهِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ﴾ پڑھتے رہنا۔“

خواب

دیکھئے چلتی ہے مشرق کی تجارت کب تک
شیشۂ دیں کے عوض جام و سبو لیتا ہے
ہے مداوائے جنوں نشترِ تعلیم جدید
میرا سرجن رگِ ملت سے لہو لیتا ہے
(کلیاتِ اقبال، بانگ درا، ص:۵۱۴)

تعبیر

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے مسلم
ہم چاہتے ہیں کہ آپ خود دار لوگوں کی طرح اپنے پیروں پر کھڑے ہوجائیں۔ اپنے ملکی وسائل کو ترقی دیں اور اپنی خوبیوں کو اجاگر کریں۔

(خطاب کوئٹہ میونسپلٹی استقبالیہ، 15 جون 1948ء)

تکمیل

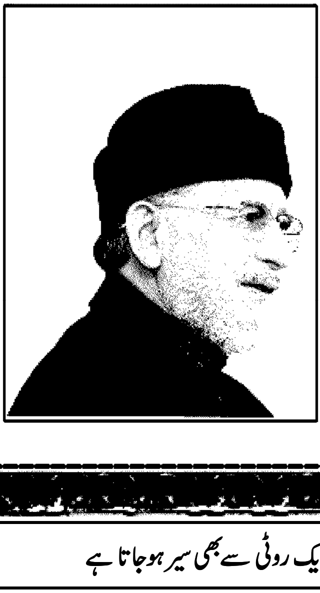

آج معاشرے میں برداشت نہیں ہے یہاں کوئی شخص دوسرے کو برداشت نہیں کرتا۔ کوئی کسی کا اپنے بارے میں اختلاف نہیں سنتا۔ ہر شخص بھڑک اٹھتا ہے، ہر شخص جلال میں آجاتا ہے لیکن اس کے برعکس یورپین لوگوں کو دیکھا جائے تو وہ لوگ ٹھنڈے مزاج کے ہیں۔ اختلاف بھی کرتے ہیں اور سنتے بھی ہیں۔ ایک دوسرے کو برداشت بھی کرتے ہیں۔ غصہ نہیں کرتے اپنی بات کہنے کے بعد دوسرے کی سنتے بھی ہیں لیکن یہاں صورتحال اس کے برعکس ہے۔ یہ سب اسلام کا کلچر، اخلاق اور کردار کے خلاف ہے۔ اگر آپ برداشت کا مادہ پیدا کریں گے تو معاشرے میں قدریں جنم لیں گی۔ لوگ کھل کر اپنی رائے کا اظہار کریں گے تو اچھی باتیں اجاگر ہوں گی۔ ایسا پوری سوسائٹی میں ہونا چاہئے۔ منہاج القرآن کے رفقاء و کارکنان اس کلچر کو بطور خاص فروغ دیں۔

(خطاب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری: بعنوان جمہوریت اور وسعت ظرفی، جون 2009ء)

اداریہ

12 ربیع الاول، ریاست مدینہ اور انصاف کے تقاضے

اللہ تعالیٰ کا کروڑ ہا شکر ہے کہ ہم اپنی زندگی میں ایک بار پھر جشن ولادت مصطفیٰ ﷺ منا رہے ہیں اور اس نبی آخر الزماں ﷺ کے ساتھ تجدید عہد وفا کر رہے ہیں جنہیں اللہ نے تمام جہانوں کے لیے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔حضور نبی اکرم ﷺ کی یہ شان ہے کہ انہیں قرآن مجید کی شکل میں جو ضابطہ حیات اور منشور حیات دے کر بھیجا گیا وہ کسی ایک قوم، خطے اور ملک کے لیے نہیں یہ ضابطہ تاقیامت پوری بنی نوع انسانیت کے لیے ہے،قرآن مجید کا ہر ہر لفظ،حکم اور حقوق و فرائض کے تناظر میں کیا گیا استدلال پوری انسانیت کی فلاح کا ضامن ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنے بے بہا خزانوں اور بیش قدر نعمتوں سے نوازا مگر کسی نعمت کا احسان نہیں جتلایا جبکہ حضور نبی اکرم ﷺ کو مبعوث فرما کر اسے ایک بڑا احسان قرار دیا،قرآن مجید میں شانِ رسالت میں نازل ہونے والی آیات اللہ رب العزت کی طرف سے کریم آقا ﷺ کی جملہ پیغمبران خدا میں فضیلت کی غماز ہیں۔

آج کل حکومتی اور سیاسی ایوانوں سے پاکستان کو ریاست مدینہ کے قالب میں ڈھالنے کے خوش کن الفاظ پر مشتمل اعلانات ہماری سماعتوں سے ٹکراتے رہتے ہیں۔ یہ تصوراتی اعلانات بلاشبہ ہمارے قلوب و اذہان کو جلا بخشتے ہیں، ہر مومن مسلمان کی ایمانی زندگی کا یہ مقصود ہے کہ وہ بطور مسلمان ایک ایسے سیاسی، سماجی ،معاشرتی، اقتصادی ،دفاعی نظام مملکت میں فعال کردار کا حامل ہو جس کی فکری رہنمائی ریاست مدینہ سے میسر آتی ہے،حکومتیں منشور تیار کریں یا انتخابی سلوگن وہ انتہائی خوبصورت الفاظ پر مشتمل ہوتے ہیں لیکن عملدرآمد اور نتائج کے مرحلہ پر صورت حال انتہائی مایوس کن اور افسوسناک ہوتی ہے، یہ المیہ اسلامی قوانین کے نفاذ کی حد تک ہی محدود نہیں بلکہ ہماری پارلیمنٹ بھی انسانیت کی فلاح و بہبود قانون کی بالادستی کے لیے جو قانون سازی کرتی ہے وہ دعوؤں کی حد تک خوش کن ہوتی ہے مگر عملدرآمد کے مرحلہ پر صورتحال افسوسناک اور بدترین ہوتی ہے،حکومتی ایوان اگر پاکستان کے مسائل کو حل کرنے کے لیے ریاست مدینہ کے ماڈل کو قابل عمل سمجھتے ہیں تو پھر دیر کس بات کی؟ پاکستان کو ریاست مدینہ بنانے کے لیے مزید کسی قانون سازی کی ضرورت نہیں ہے صرف بات آئین پر عملدرآمد کی ہے، پاکستان کا آئین طاقتور اور کمزور کا لحاظ کیے بغیر ہر شہری کو انصاف، روزگار ،ترقی کے مساوی مواقع، جان و مال کا تحفظ دینے کی گارنٹی دیتا ہے لیکن عملاً ایک کمزور شہری کو یہ گارنٹی میسر نہیں ہے۔سانحہ ماڈل ٹاؤن کی مثال ہمارے سامنے ہے کہ پانچ سال گزر جانے کے بعد شہدائے ماڈل ٹاؤن کو انصاف نہیں ملا، سانحہ ماڈل ٹاؤن میں ہماری دو بہنیں تنزیلہ امجد اور شازیہ مرتضیٰ کو بھی بے دردی سے شہید کیا گیا اور ان کی بیٹی بسمہ امجد انصاف کے اعلیٰ اداروں اور شخصیات سے پانچ سال سے انصاف مانگ رہی ہے۔ 12 ربیع الاول کی مبارک ساعتوں کے موقع پر ہم حکومتی ایوانوں سے کہتے ہیں کہ اگر وہ پاکستان کو ریاست مدینہ کے قالب میں ڈھالنے کے حوالے سے سنجیدہ ہیں تو اس کی ابتداء سانحہ ماڈل ٹاؤن کے انصاف سے کریں کیونکہ کریم آقا ﷺ نے ہمیشہ انصاف کا علم سربلند رکھا اور اپنی سیاسی، سماجی، عائلی، ریاستی زندگی میں انہوں نے کسی بھی مرحلہ پر انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا بلکہ ایک موقع پر تو انہوں نے چوری کے کیس میں لائی جانے والی ایک خاتون کے بارے میں کہا تھا کہ اگر یہاں محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی ہوتی تو وہ بھی سزا سے نہ بچ پاتی۔ اس ربیع الاول کے بابرکت لمحات میں حکومت یہ عہد کرے کہ وہ نظام انصاف کی اصلاح کرے گی اور قانون اور انصاف کی نظر میں امیر،غریب کو ایک مقام پر کھڑا کرے گی اور غریب حصول انصاف میں نسل در نسل انصاف کے اداروں کی راہداریوں کی خاک نہیں چھانے گا، اسے فوری اور سستا انصاف گھر کی دہلیز پر میسر آئے گا۔جیسے ریاست مدینہ اور خلفائے راشدین کے عہد اقتدار میں میسر تھا۔

فکرِ شیخ الاسلام

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری...... آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

شمائل نبوی ﷺ سراپا مبارک

آپ ﷺ ظاہری و باطنی اعتبار سے منتہائے کمال پر فائز تھے

خصوصی خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ۔

''بے شک ہم نے انسان کو بہترین (اعتدال اور توازن والی) ساخت میں پیدا فرمایا ہے''۔ (التین، ۹۵: ۴)

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا بے شک ہم نے انسان کو بہترین صورت پر پیدا فرمایا ہے یہ آیت کریمہ یہ شہادت دے رہی ہے کہ ساری کائنات میں اللہ رب العزت نے جس قدر مخلوقات پیدا کی ہے ان میں شکل وصورت کے اعتبار سے سب سے زیادہ حسین وجمیل مخلوق انسان کو بنایا ہے۔

انسانی اعضاء ہاتھ، آنکھ، کان کے باقی اعضا کے باہمی تناسب سے جو شکل سامنے آتی ہے اس کو انسانی صورت کہا جاتا ہے اور اگر کسی اعضاء کے تناسب میں بے اعتدالی نہ ہو تو اسے حسن صورت کہا جاتا ہے اسی طرح انسانی شخصیت کے اوصاف سے اس کی عادات تشکیل پاتی ہے اگر وہ اوصاف اچھے ہوں تو انہیں حسن سیرت کہا جاتا ہے تو گویا انسانی شخصیت کی ایک ظاہر ہے اور ایک اس کا باطن ہے۔

سیرت مصطفیٰ ﷺ کا کمال:

تاریخ انسانی میں وہ ہستیاں جن کو اللہ نے ظاہری اور باطنی صورت وسیرت ہر اعتبار سے منتہائے کمال تک فائز کیا ہے۔ وہ انبیاء علیہم السلام کی ہستیاں ہیں لیکن وہ ہستی جس کی ظاہر اور باطن میں کوئی مثل نہیں وہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی تھی۔ اللہ نے نبی کو حسن صورت اور سیرت میں یکتائے کائنات بنایا تھا۔ سارے ظاہری حسن جو ہر سمت بکھرے پڑے ہیں سارے کے سارے حسن اللہ نے اپنے دست قدرت سے سمیٹے تو صورت مصطفوی ﷺ بن گئی۔

کیا شانِ احمدی کا چمن میں ظہور ہے
ہر گل میں ہر شجر میں محمد ﷺ کا نور ہے

اس کائنات میں سیرت وصورت کے حسن ہر جگہ منتشر ہیں لیکن حضور کی سیرت وصورت میں آکر سارے مجتمع ہوجاتے ہیں چنانچہ حضور کا کمال صرف حضور کی سیرت کے کمال کے باعث نہیں ہے بلکہ نبی اکرم ﷺ کی صورت طیبہ کے باعث بھی ہے۔ چہرہ انسان کی سیرت کا آئینہ دار ہوا کرتا ہے۔ صورت چونکہ ظاہر ہے اور سیرت باطن ہے۔

صورت پر تو ہر ایک کی نظر پڑتی ہے کوئی قریب آئے یا نہ آئے اس لیے اللہ رب العزت نے سیرت کے حسن سے بھی پہلے حضور ﷺ کے صورت کے حسن و جمال کو مقدم کیا۔ آئمہ کرام محدثین عظام اور فقہاء کرام نے بیشتر بزرگوں نے صراحت کے ساتھ یہ بات لکھ دی ہے کہ اہل ایمان کا اعتماد اور ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک حضور کی سیرت کے باطنی حسن کو تمام دنیا کے انسانوں کی سیرتوں سے بلند و بالا نہ سمجھے۔ اسی طرح یہ باور کرلیا جائے کہ روئے زمین پر بلکہ تمام کائنات میں دنیا کا کوئی حسن حضور ﷺ کے حسن وجمال کے برابر پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ اہل دل کہتے ہیں:

حسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اللہ نے یوسف علیہ السلام کو حسن عطا کیا۔ عیسیٰ علیہ السلام کو پھونک عطا کی کہ مُردوں کو زندگی اور تازگی نصیب ہوجائے۔ موسیٰ علیہ السلام کو اللہ نے ہاتھ کا معجزہ عطا کیا۔ یہ سارے حسن ہر جگہ منتشر ہیں لیکن اے پیارے نبی ﷺ تو ظاہری حسن بھی نکتہ کمال پر نظر آتے ہیں اور باطنی کمالات بھی۔

کمالِ حُسنِ مصطفیٰ ﷺ:

حضور ﷺ کا وہ حسن جس کا ذکر احادیث میں ملتا ہے وہ حسن حضور ﷺ کا حسن کُلی نہ تھا بلکہ حسنِ مصطفوی ﷺ کے جلووں میں سے ایک ادنیٰ سا جلوہ تھا اگر خدا کی ذات حسنِ مصطفوی ﷺ سے حسن کے سارے پردے ہٹادیتی تو کسی صحابی کی آنکھ میں یہ تاب نہ تھی کہ چہرہ مصطفیٰ ﷺ کا نظارہ کرسکتا۔

حدیث صحیح ہے نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ سے فرمایا تھا کہ میرے صحابیو! میری امت میں ایک مردِ درویش ہے جس کا نام اویسؒ ہے اور وہ شہرِ قرن کا رہنے والا ہے وہ اپنی ماں کی خدمت میں اتنا مگن ہے کہ میرے زمانے میں ہوکر بھی میرے دیدار کے لیے نہیں آسکا۔ تم تلاش کرکے میرے اویسؒ کے پاس جانا۔ اپنی اور میری امت کی مغفرت کی دعا کروانا۔

چونکہ حکم نبی تھا اس لیے دونوں صحابی حضرت اویسؒ کے پاس تشریف لے گئے حضرت اویسؒ سے گفتگو ہوئی تو حضرت اویسؒ نے پوچھا کیا آپ نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو دیکھا ہے؟ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے جواب دیا اویسؒ ہم نے تو 23 برس حضور کو جی بھر کے دیکھا ہے۔ حضرت اویسؒ مسکرا دیئے فرمایا اے عمرؓ اور علیؓ اس رب کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تم نے محمد مصطفیٰ ﷺ کے جلوے کا ایک پرتو دیکھا ہے لیکن محمد ﷺ کو نہیں دیکھا۔

اس ارشاد کو امام جلال الدین سیوطی الخصائص الکبریٰ میں نقل فرمایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکرؓ میرے حقیقی حسن کو اب تک اس دھرتی پر آج تک نہ کوئی جان سکا ہے اور نہ کوئی جان سکے گا۔ اللہ نے کسی کو وہ بصارت ہی نہیں عطا کی۔

حضرت براء بن عازبؓ حضور ﷺ کے حسن سراپا کو بیان کرتے ہوئے قسم کھا کر کہتے ہیں: خدا کی قسم اس کائنات میں جتنی بھی حسین چیزیں دکھائی دیتی ہیں میرے آقا ﷺ جیسی حسین نہیں۔

حضرت عبداللہ بن سلامؓ ایک یہودی تھے وہ اپنے مسلمان ہونے کا سبب بیان کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ مدینہ شہر سے ایک قافلہ کا گزر ہوا۔ اس قافلے کے پاس ایک اونٹ بھی تھا۔ حضور ﷺ اونٹوں کی تجارت بھی فرمایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ کو اونٹ پسند آگیا۔ حضور ﷺ نے قافلے والوں سے اونٹ کا سودا کرلیا حضور ﷺ کے پاس اس وقت قیمت نہ تھی۔ آپ ﷺ اونٹ لے کر چل دیئے اور فرمایا میں تھوڑی دیر میں قیمت بھجوا دیتا ہوں۔ قافلے والوں نے نہ حضور سے نام پوچھا اور نہ پتہ جب حضور ﷺ چل دیئے تو قافلے والے لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا! تم نے اونٹ دے دیا مگر اس شخص کے نام تک کی خبر نہیں، معلوم نہیں یہ قیمت بھجوائے گا بھی یا نہیں، خدا جانے وہ وعدہ میں سچا بھی ہوگا یا نہیں جب قافلے میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں۔ قافلے کے سردار کی بیوی بڑی معزز خاتون تھی وہ کہنے لگی قافلے والو میری بات سنو! اس جوان کے کردار پر شک مت کرو میں نے اس کے چہرے کو دیکھا ہے وہ اس قدر حسین تھا۔ خدا کی قسم اتنا حسین وجمیل چہرہ والا شخص وعدہ میں جھوٹا نہیں ہوسکتا۔

اگر تمہیں اعتماد نہیں میری بات پر تم خاموش ہوجاؤ اگر اس حسین نے اونٹ کی قیمت نہ بھیجی تو میں اس کی قیمت اپنی جیب سے ادا کردوں گی بس اتنی گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ حضور ﷺ نے کھجوروں کی صورت میں اونٹ کی قیمت بھی بھیج دی اور سارے قافلے والوں کا کھانا بھی بھیج دیا یہ حضور ﷺ کے حسن سراپا کا مجموعی تاثر تھا جو دیکھنے والے کو پہلی نظر سے ہی محسوس ہوجاتا تھا۔

مدحتِ سراپا رسول ﷺ:

حضرت حسان بن ثابتؓ نے بھی ایک نظر سے حضور ﷺ کے حسن سراپا کو دیکھا فرمانے لگے یارسول اللہ

واجمل منك لم ترقط عيني واحسن منك لم تلد النسآء

خلقت مبرا من کل عیب کانک قد خلقت کما تشآء

پیارے نبیﷺ میں نے آپﷺ کے سراپے کے ایک ایک گوشے کو دیکھا ہے۔ ایک ایک پہلو پر نظر ڈالی ہے یارسول اللہﷺ! اس اللہ کی قسم جو آپﷺ کے حسن کا خالق ہے آج تک کسی نظر نے آپﷺ جیسا حسین چہرہ نہیں دیکھا۔ آج تک کسی ماں نے آپﷺ جیسا جمیل بیٹا پیدا نہیں کیا، آقا آپﷺ کو ہر نقص اور عیب سے اتنے پاک نظر آتے ہیں کہ دل کہتا ہے کہ آپﷺ نے اللہ کی بارگاہ سے خود اپنی پسند کے مطابق اپنے جسم کو تخلیق کروایا ہے۔

امام شرف الدین بوصیریؒ اسی حسن وجمال کو بیان کرتے ہیں:

پیارے اس اللہ نے تری صورت کو بنایا تو اسے بھی کامل کردیا تیری سیرت کو بنایا تو اسے بھی کامل کردیا بنانے والے نے تیری صورت اور سیرت کا نقشہ کس کس طرح تراشا تھا کہ بنا کر خود بنانے والے کو تیری صورت پر پیار آگیا۔

اللہ نے ہر نعمت کو بانٹا ہے مگر یوں لگتا ہے کہ حسن تجھے ہی دیا ہے اور کسی کو نہیں دیا پھر جو بھی حسین ہوا ہے دنیا میں وہ تیرے حسن کے تصدق، تیرے توسل اور تیرے حسن کی جھلک کے پرتو سے حسین ہوا ہے۔

امام بوصیریؒ پندرہ سال سے فالج زدہ تھے یہ قصیدہ آقا علیہ السلام کی شان میں لکھا رات کو بستر پر سوئے حضور نبی اکرمﷺ خود تشریف لے آئے اور فرمایا بوصیری وہ شعر جو تو نے میرے قصیدے کے لکھے ہیں آج میرا جی چاہتا ہے کہ میں بیٹھوں اور تو میرے سامنے جھوم جھوم کر سنائے عرض کیا یارسول اللہ! میں تو پندرہ سال سے فالج زدہ ہوں بستر سے اٹھ نہیں سکتا کس طرح اٹھ کے سناؤں۔ آقا علیہ السلام نے دست شفقت پھیرا اور بوصیری شفایاب ہوگئے اٹھ کر حضور کے قدموں میں بیٹھ گئے، قصیدہ بردہ سنایا۔ حضور نے جھوم جھوم کر یہ قصیدہ سنا اتنی خوشی ہوئی اپنی چادر تحفہ میں عطا کردی۔ پندرہ سال کے بعد امام بوصیریؒ گھر سے باہر نکلے۔ ایک گرد آلود بالوں والا، ایک فقیر گلی سے گذر رہا تھا جبکہ اس قصیدے کے لکھے جانے کا علم دنیا کے کسی فرد و بشر کو نہ تھا۔ اس درویش نے آواز دی بوصیری! تو آپ ٹھہر گئے وہ آکے کہنے لگا بوصیری وہ رات والا قصیدہ مجھے بھی سناتا جا۔ آپ کہنے لگے اے مرد درویش تجھے کس نے بتادیا۔ کہنے لگا اے بوصیری! جب میرے آقا علیہ السلام تیری زبان سے قصیدہ سن کر جھوم رہے تھے میں بھی قصیدہ کا ایک ایک لفظ سن رہا تھا لیکن بے ادبی تھی اس بارگاہ میں آجاتا۔ اب دل چاہتا ہے کہ اس قصیدے کا ایک ایک لفظ سنوں۔

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ اس قصیدہ کی شہرت ہوگئی۔ بادشاہ وقت نے اس قصیدے کو کاغذ پر لکھ کر اپنے پاس محفوظ کرلیا۔ اطراف واکناف عالم میں جو لوگ قصیدہ کی شہرت سنتے وہ وہاں آتے اس قصیدہ بردہ کے اوراق اٹھا کر آنکھوں پر رکھتے اور بینا ہوجاتے۔

حضرت جابر بن سمرہؓ آپﷺ کے حسن کا تذکرہ کچھ یوں فرماتے ہیں چودھویں رات کا چاند چمک رہا تھا ادھر زمین پر ہمارے یعنی نبیﷺ جلوہ فروز تھے۔ سرخ دھاری دار جوڑا حضور علیہ السلام نے پہن رکھا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں دیر تک کبھی چاند کو دیکھتا کبھی حضور کے جسم اطہر کو دیکھتا۔ خدا کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ چودھویں رات کے چمکتے ہوئے چاند سے بھی کہیں زیادہ آپﷺ حسین وجمیل نظر آرہے تھے۔ حضور کے سراپا کا یہ عالم تھا اگر سورج میں بھی باہر نکلتے تو آپﷺ کا جسم مبارک سورج کی روشنی سے بھی زیادہ روشن ہوتا اس لیے سورج چمکتا مگر زمین پر آپﷺ کا سایہ نہ پڑتا تھا۔ سایہ اس شے کا پڑتا ہے جو روشنی کے مقابلے میں ثقیل ہوتی ہے جو روشنی کے مقابلے میں کم روشن ہوتی ہے۔ اس پر روشنی پڑتی ہے تو سائنس کا قاعدہ ہے کہ سایہ بنتا ہے اگر سورج کی روشنی سے بھی بڑھ کر کسی کا جسم زیادہ روشن ہو زیادہ حسین اور زیادہ لطیف ہو تو روشنی کثیف ہو اور جسم لطیف ہو تو سورج کی روشنی پڑتی ہے مگر زمین پر اس کا سایہ نہیں پڑتا۔ اللہ رب العزت ہمیں اس بیان کی برکات سے ہمکنار کرے۔ آمین

☆☆☆☆☆

جو شخص بچپن میں ادب کرنا نہیں سیکھتا بڑی عمر میں اس سے بھلائی کی کوئی امید نہیں کی جاسکتی

ریاست مدینہ اور اسلامی فلاحی مملکت کا تصور

حضور ﷺ نے اپنے مثالی طرزِ حکمرانی سے یثرب کو فلاحی اسلامی ریاست بنایا

آپ ﷺ نے قرضِ حسنہ کے تصور سے غیر سودی معاشی نظام کی بنیاد رکھی

ریاستِ مدینہ کی انتظامی فلاسفی کا نیوکلیس عوامی فلاح و بہبود تھا

ماریہ بتول

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے انسانیت کے لئے آخری ہدایت کا سرچشمہ بنا کر بھیجا۔ حضور ﷺ کی ولادت اور بعث ایک نئے دور کا آغاز اور تاریخ کی ایک نئی جہت کا تعین تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد انسانیت کلیتاً ایک نئے دور میں داخل ہوگئی۔ ایک ایسا دور جس میں شعور، آگہی، تہذیب، کلچر اور اعلیٰ انسانی اقدار کے فروغ، قیام اور استحکام کے وہ نظائر ملتے ہیں جن کا نہ صرف آپ کی آمد سے قبل وجود نہ تھا بلکہ ان کا تصور بھی مفقود تھا۔ جب حضور اکرم ﷺ خانہ کعبہ میں حج کے موقع پر باہر سے آنے والے حجاج کرام سے ملتے اور ان تک اپنی دعوت پہنچاتے تھے ان میں مدینہ سے آنے والے حجاج کرام بھی شامل تھے دو سال کے اس تبلیغ کا فائدہ یہ ہوا کہ اہم قبائل کے سرداروں نے اسلام قبول کیا اور آپ ﷺ کے ہاتھ پر بعیت کی اور واپس مدینہ جا کر آپ ﷺ کے پیغام کو دوسروں تک پہنچایا یہاں تک کہ مدینہ کی اکثریت مسلمان ہو گئے مکہ میں کفار مکہ نے آپ ﷺ کا جینا محال کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا اور آپ ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد جن امور کو اپنی ترجیحات میں رکھا ان میں سرفہرست آئینی ریاست کی تشکیل اور اسکا دستور متفقہ طور پر منظور کروانا تھا۔ نئی ریاست کے دستور کی تیاری آپ نے قیام مدینہ کے ابتدائی دنوں میں ہی شروع کر دی تھی اسلئے کے مدینہ طیبہ میں آپ سے پہلے ہونے والی جنگوں خصوصاً جنگ بعاث نے اہل مدینہ کو اس سوچ بچار پر مجبور کر دیا تھا کی وہ مدینہ میں مستقل خون ریزی اور قتل و غارت کے خاتمے کیلئے کچھ اقدامات کریں۔

حضور ﷺ کے مدینہ طیبہ تشریف لانے کے بعد اس بات کے امکانات بہت روشن ہو گئے کہ مدینہ طیبہ لاقانونیت کی کیفیت سے نکل کر ایک منظّم معاشرے میں ڈھل جائے۔ حضور ﷺ نے اپنی پیغمبرانہ اور خداداد صلاحیتوں کے ذریعے شروع ہی سے ایسے اقدامات کیے جن سے آگے چل کر ایک متفقہ دستور کی منظوری کی راہ ہموار ہوئی۔ حضور ﷺ کی موثر حکمت عملی میں سب نمایاں اور دور رس نتائج کے حامل وہ معاہدات تھے جو آپ نے یہود و نصاریٰ سمیت کفار مکہ اور دیگر عرب قبائل کے ساتھ فرمائے ان میں سب سے زیادہ اسلام دشمن سیکولر اکائیاں تھیں جن کے ساتھ آپ نے مختلف اوقات میں مختلف نوعیت کے اتحادی معاہدے کئے لیکن آپ کے دو اتحادی معاہدے بطور خاص نتائج کے اعتبار سے تاریخی اور فیصلہ کن ثابت ہوئے۔ ان میں سے میثاق مدینہ اور دوسرا معاہدہ حدیبیہ کے نام سے موسوم ہیں۔ یہاں صراحت ضروری ہے کہ یہ اتحادی مذہبی بنیادوں پر نہیں بلکہ سماجی بنیادوں پر قائم ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے اہل کتاب کو نفسیاتی طور پر قریب کرنے اور انہیں اعتماد میں لینے کے لئے مذہبی قدر مشترک کو پیش کیا یعنی اللہ تعالیٰ پر ایمان۔ قرآن نے حضور ﷺ کے اس مدعا کو یوں بیان فرمایا:

قُلْ یٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ. (آل عمران، ۳:۶۴)

”آپ فرما دیں: اے اہلِ کتاب! تم اس بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے“۔

حضور اکرم ﷺ نے اپنی بعثت کے بعد عمر بھر جس لگن اور

ذمے داری کے ساتھ اپنے فرض کو پورا کرکے انسانیت کو پستی سے نکال کر رفعت تک پہنچانے کا فریضہ انجام دیا، اس کی مثال تاریخ عالم پیش کرنے سے قاصر ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مثالی طرز حکمرانی، جس نے داخلی و خارجی سطح پر بکھرے یثرب کو دنیا کی بہترین اسلامی فلاحی ریاست مدینہ میں تبدیل کردیا،

نبی اکرم ﷺ کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد فوری طور پر مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی، دوسرے لفظوں میں ریاست کے لیے سیکرٹریٹ قائم کردیا گیا۔ اس کے ساتھ معاشرے کے معاشی مسائل کے حل کو اولیت دی گئی۔ ایک طرف ریاست میں ہنگامی حالت تھی تو دوسری طرف انصار مدینہ تھے جن میں متوسط بھی تھے اور کافی مالدار بھی، یعنی عملی طور پر جو شکل آج پاکستان کی ہے کچھ ایسی ہی شکل مدینہ منورہ کی تھی۔ ہمارے ہاں بھی ایک طبقہ معاشی ظلم کی وجہ سے بدحالی کا شکار ہے اور دوسرا طبقہ کافی متمول ہے۔ ایسی حالت میں محسن انسانیت ﷺ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا کہ تمام مسلمانوں کو بھائی بھائی بنا دیا۔ ایک ٹیم موجود تھی جو اسلامی فلاحی نظام پر پختہ یقین رکھتی تھی۔ اس ٹیم میں شامل لوگوں نے ایک دوسرے کے لیے قربانیاں دیں اور اس طرح دو طبقوں میں جو غیر معقول معاشی فرق تھا وہ ختم ہو گیا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ان دنوں مدینہ منورہ کی معیشت کا سارا انحصار یہودیوں کے سودی کاروبار پر تھا مگر حضور اکرم ﷺ نے مہاجرین سے یہ نہیں فرمایا کہ تم بھی یہودیوں سے سود پر قرض لے کر اپنا کاروبار شروع کردو، کیوں کہ اس طرح معاشی انصاف پر مبنی معاشرے کی تشکیل ناممکن تھی بلکہ آپ ﷺ نے انصار مدینہ سے فرمایا کہ اپنے بھائیوں کی مدد کرو اور پھر قرض حسنہ کا نظام رائج فرمایا اور جب معاشرے کے افراد عملاً باہمی تعاون کے ذریعے بلاسود قرضوں پر معیشت کو قائم کرنے میں لگ گئے تو آپ ﷺ نے سود کو مکمل طور پر حرام قرار دے کر اس لعنت کو ختم کردیا۔

ریاست مدینہ کے اہم خدوخال

حکمت کا مرحلہ باہمی اخوت:۔

آپ ﷺ کی مدنی زندگی بہت زیادہ مصروف رہنے کا نقشہ پیش کرتی ہے۔ انتہائی مشکل اوقات میں بھی آپ ﷺ نے اپنی خداداد بصیرت سے سلامتی کی راہیں نکالیں۔ مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد آپ ﷺ کی ذمہ داریوں میں اضافہ ہو گیا، کیوں کہ مکہ میں مسلمان ایک مختصر اقلیت کے طور پر رہ رہے تھے جب کہ یہاں انہیں اکثریت حاصل تھی۔ پھر آپ ﷺ نے شہریت کی اسلامی تنظیم کا آغاز کیا جس میں آپ ﷺ کو منتظم ریاست کا درجہ حاصل ہو گیا۔ اس میں شک نہیں کہ مکی زندگی کے مقابلے میں یہ بڑی کامیابی تھی، لیکن پر سکون معاشرے کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا باقی تھا۔

اسلامی ریاست کا تصور:

یہ معاہدہ اسلامی ریاست کی بنیاد تھا، یہاں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی نیا رخ اختیار کرتی ہے۔ اب تک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تدبر وفراست کے تمام پہلو ایک ایسے مرکز کے قیام کے لیے تھے جہاں سے دعوت اسلام موثر طریق سے دی جاسکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سابقہ کوششیں ایک مدبر کی تھیں لیکن اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتظم ریاست کے طور پر سامنے آرہے ہیں، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تدبر کا مطالعہ اسی زاویے سے کرنا ہوگا۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر ایک اہم مقصد مثالی اسلامی فلاحی معاشرے کا قیام تھا اور اس کے لیے قوت نافذہ کا ہونا ناگزیر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر دعا فرمایا کرتے تھے کہ

اے اللہ اقتدار کے ذریعے اسلام کی مدد فرما۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ دعا قبول ہوئی اور ریاست مدینہ کی شکل میں پہلی اسلامی فلاحی مملکت کا قیام عمل میں آیا۔ قرآن مجید نے اسلامی ریاست کا جو مقصد متعین کیا کہ

اَلَّذِیۡنَ اِنۡ مَّکَّنّٰہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ وَاَمَرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَنَہَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَلِلّٰہِ عَاقِبَۃُ الۡاُمُوۡرِ (الحج، ۲۲:۴۱)

’’(یہ اہل حق) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دے دیں (تو) وہ نماز (کا نظام) قائم کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی (کا انتظام) کریں اور (پورے معاشرے میں نیکی اور) بھلائی کا حکم کریں اور (لوگوں کو) برائی سے روک دیں، اور سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے‘‘۔

اس آیت مبارکہ کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے ریاست مدینہ اور اس کے رہنے والوں نے اپنے فرائض کو سرانجام دیا۔ ریاست مدینہ کے قیام سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصود رضائے الٰہی کا حصول اور عوامی بہبود تھا۔ اس حکومت کی بنیاد خاندانی عصبیت اور نسلی شعور کی جگہ دینی وحدت پر قائم تھی۔ اس انوکھی اور اپنی نوعیت کی منفرد ریاست کے منتظم کا انداز بھی عام حکمرانوں سے یکسر مختلف تھا۔ منتظم ریاست کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تدبر کی بے شمار مثالیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی عظمت کا پتا دیتی ہیں۔

قانونی مساوات:

ریاست مدینہ دنیا کی اولین ریاست تھی جس میں سب انسان قانون کی نظر میں برابر تھے۔ ریاست مدینہ کی تشکیل و تاسیس تک تو کسی ریاست نے اس بات کا دعویٰ بھی نہیں کیا تھا کہ اس کے ہاں سب برابر ہیں لیکن اس کے بعد آج کی ریاستوں میں کاغذی دعوے تو کیے جاتے ہیں لیکن قانون سب کے لیے یکساں کا رواج عملاً کہیں بھی موجود نہیں ہے۔ عیسائی راہبات کے لیے سکارف کی اجازت ہے جبکہ مسلمان خواتین کے لیے اس قانون میں کوئی گنجائش نہیں۔ دوسری طرف ریاست مدینہ ایسی ریاست تھی جس میں انصاف و عدل کے تقاضوں کے مطابق مسلمان قاضی کا فیصلہ یہودی کے لیے برات اور مسلمان کے لیے گردن زنی کا تھا۔ ایک دفعہ جب محسن انسانیت ﷺ سے مجرم کے لیے قانون میں رعایت مانگی گئی تو فرمایا میری بیٹی بھی ایسا جرم کرتی تو یہی سزا پاتی۔ آپ ﷺ بذات خود عمر کے آخری ایام میں مسلمانوں کے درمیان براجمان ہوئے اور فرمایا میں نے کسی کے ساتھ زیادتی کی ہو تو بدلہ لے لے۔ قانون کی نظر میں سب برابر ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درسِ مساوات نے ہی اس معاشرے کو عدل فاروقی سے روشناس کرایا۔

نظام تعلیم

اسلامی ریاست میں نظام تعلیم کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ آپ ﷺ نے ہجرت سے قبل ہی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو معلم بنا کر مدینہ بھیج دیا تھا اور ہجرت کے بعد مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باقاعدہ درس گاہ کا درجہ حاصل ہو گیا۔ غیر مقامی طلبہ کی تدریس و رہائش کے لیے صفہ چبوترہ بنایا گیا۔ عرب میں چوں کہ لکھنے کا رواج نہیں تھا اس لیے مسجد نبوی میں ہی حضرت عبداللہ بن سعید بن العاص ؓ اور حضرت عبادہ بن ؓ صامت کو لکھنا سکھانے پر مامور کیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مختلف زبانیں سکھائی گئیں اور فنون جنگ کی تعلیم ہر جوان کے لیے ضروری قرار دی گئی۔ خواتین گھریلوں صنعتوں کے ساتھ علاج معالجے کا انتظام بھی کرتی تھیں، حتیٰ کہ ایک صحابیہ نے مسجد نبوی ہی میں خیمہ لگا دیا تھا جہاں زخمیوں کی مرہم پٹی کی جاتی تھی۔ دنیاوی علوم سیکھنے کے لیے قیدیوں کی ڈیوٹی لگائی گئی کہ انھیں اپنی رہائی کے بدلے مسلمانوں کو پڑھانا ہوگا۔

عمل احتساب:

اگر چہ رسول اکرم ﷺ کے عہد میں احتساب کا کوئی مستقل محکمہ قائم نہیں تھا مگر حضور اکرم ﷺ یہ فرض خود انجام دیا کرتے تھے۔ تجارتی معاملات کی بھی نگرانی فرماتے۔ عرب میں تجارتی معاملات کی حالت نہایت قابل اصلاح تھی۔ مدینہ منورہ آنے کے بعد آپ ﷺ نے اصلاحات جاری کیں۔ آپ ﷺ تمام لوگوں سے اصلاحات پر عمل کراتے، جو باز نہ آتے انہیں سزائیں دیتے۔ آپ ﷺ کے عہد میں کوئی باقاعدہ جیل خانہ نہیں تھا اس لیے صرف اتنا خیال کیا جاتا تھا کہ مجرم کو کچھ مدت کے لیے لوگوں سے ملنے جلنے اور معاشرتی تعلقات قائم نہ رکھنے دیے جائیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کے عہد میں دیکھا کہ لوگ تخمیناً غلہ خریدتے تھے۔ ان کو اس بات پر سزا دی جاتی تھی کہ اپنے گھروں میں منتقل کرنے سے پہلے اس کو خود ہی وہاں بیچ ڈالیں جہاں اس کو خریدا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمال پر کڑی نگاہ رکھتے، کسی عامل کی شکایت پہنچتی تو فوراً تحقیقات کراتے کیونکہ حکمران کی حیثیت ایک داعی کی ہے اگر سلطنت عدل کی جگہ ظلم و تشدد قبول کر لے تو سلطنت کا نظام درہم برہم ہوتا ہے۔ یہ تھی مدینہ کی ریاست جو اسلامی اصولوں کی بنیاد پر استوار ہوئی تھی۔

ریاست مدینہ میں اقلیتوں کے حقوق:

حضور ﷺ نے اقلیتوں کو معاشرے میں وہی مقام عطا کیا جو معاشرے کے بنیادی شہریوں کو حاصل تھے۔ آپ ﷺ نے اقلیتوں کی جان و مال، عزت و آبرو، ناموس حتی کہ ان کے مذہبی حقوق کے تحفظ کو آئین کا حصہ بنایا کیونکہ اسلامی ریاست کے تناظر میں اس دور کا ایک اہم سوال بن گیا ہے۔ اسلئے حضور ﷺ کے فرمان

مبارک میں بھی اس امر کی توضیح کرتے ہیں کہ ریاست اسلامی میں اقلیتوں کو کون کون سے حقوق حاصل ہیں۔

قال ﷺ لاھل الذمه :ما اسلمو علیه من ذرایهم و اموالهم و اراضیهم وعبیدهم و مواشیهم، ولیس علیهم الا الصدقه (احمد بن حنبل، المسند ،:)

حضور ﷺ نے فرمایا: ذمی کے لئے وہ کچھ ہے جس کے لئے اس نے اطاعت کی۔ ذمی کی اولاد اموال، اراضی، غلام اور ان کے مواشی کا خیال رکھو۔ ان پر صدقہ کے سوا کچھ نہیں

آپ ﷺ نے اقلیتوں کی مذہبی آزادی کے بارے میں فرمایا:

و ان یهود بنی عوف امة مع المومنین، للیهود دینهم، و للمسلمین دینهم، مولیهم و انفسهم الا من ظلم و اثم ، فانه لا یو قع الا نفسه و اهل بیته

اورعوف کے یہودی مومنین کے ساتھ ایک سیاسی وحدت تسلیم کیے جاتے ہیں۔ یہودیوں کے لئے ان کا دین ہے اور مسلمانوں کے لئے اپنا دین ہے خواہ ان کے موالی ہوں یا وہ بذات خود ہوں، ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں مبتلا نہیں کیا جائے گا۔

امیر اور غریب میں حقیقی مساوات:

ریاست مدینہ میں قرآن مجید اور قرآن وسنت کے قوانین کا نفاذ انسانیت کے لیے بہت بڑی رحمت تھی یہ مثالی ریاست قیامت تک انسانیت کے دکھوں کا مداوا کرنے کے لیے رول ماڈل ہے مدینہ کی اسلامی ریاست میں ہر ایک پر قانون نافذ ہوتا ہے امیر اور غریب، بڑے اور چھوٹے، سب کے لیے منصفانہ قانون نے انسانیت کا احترام بحال کیا۔

سیرت صحابہ پر معروف مورخ ابن الاثیر الجزری نے ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے جنگ بدر میں آنحضور ﷺ نے صحابہ کرام کی صف بندی فرمائی صف بندی کے بعد حضور ﷺ نے صفوں کا معائنہ کیا آپ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی آپ نے دیکھا کہ سواد بن غزیہ صف سے باہر نکلے ہوئے ہیں، آپ ﷺ نے انھیں صف میں سیدھے کھڑے ہونے کا بھی حکم دیا اور لکڑی سے ان کے پیٹ پر ٹھونکا بھی لگایا۔ سواد نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ خدا تعالیٰ نے آپ کو حق وعدل کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، آپ نے مجھے تکلیف دی ہے مجھے آپ کا بدلہ (قصاص) دیں آنحضور ﷺ نے وہ لکڑی سواد کی طرف بڑھادی اور فرمایا: لو بدلہ لو۔ انھوں نے عرض کیا میرا پیٹ تو ننگا تھا اور آپ کے پیٹ مبارک پر آپ کا کرتہ ہے تو حضور ﷺ نے اپنا کرتہ مبارک اپنے بطن سے اٹھا دیا۔ سواد آگے بڑھے لکڑی ایک جانب پھینکی اور حضور ﷺ کے بطن مبارک کو بوسہ دیا اور پھر آپ سے لپٹ گئے۔ تو آپ ﷺ نے پوچھا سواد تم نے کیا کیا ہے؟ انھوں نے جواب میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کوچ کا وقت آیا چاہتا ہے۔ میں نے چاہا کہ جانے سے پہلے آخری عمل آپ کو بوسہ دینا اور آخری لمس جسد مطہر سے چھونا نصیب ہو جائے، سو میں نے یہ تمنا پوری کر لی ہے حضور ﷺ نے ان کے اس جذبہ صادق اور خلوص عمل کو دیکھ کر ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔

معاشی پالیسی:

اسلام نے ہر شعبہ زندگی کی طرح معیشت کی پالیسی بھی بہت واضح انداز میں بیان کی ہے، اللہ تعالیٰ نے

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ ط وَمَآ اٰتٰـکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط اِنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ. (الحشر، ۵۹: ۷)

’’جو (اَموالِ فَے) اللہ نے (قُرَیظہ، نَضِیر، فِدَك، خَیبر، عُرَینہ سمیت دیگر بغیر جنگ کے مفتوحہ) بستیوں والوں سے (نکال کر) اپنے رسول (ﷺ) پر لوٹائے ہیں وہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کے لیے ہیں اور (رسول ﷺ کے) قرابت داروں (یعنی بنو ہاشم اور بنو عبد المطّلب) کے لیے اور (معاشرے کے عام) یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے لیے ہیں (یہ نظامِ تقسیم اس لیے ہے) تاکہ (سارا مال صرف) تمہارے مالداروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے (بلکہ معاشرے کے تمام طبقات میں گردش کرے) اور جو کچھ رسول (ﷺ) تمہیں عطا فرمائیں سو اُسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اُس سے) رُک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی رسول ﷺ کی تقسیم وعطا پر کبھی زبانِ طعن نہ کھولو)، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے‘‘۔

دولت کی گردش اور عوام تک پہنچنا معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا کہ اسلامی ریاست کی معاشی پالیسی یہ ہے کہ امرا سے پیسہ لیا جائے اور غربا کو دیا

جائے، اسی طرح سود، رشوت، جوا، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی اور دیگر غیر اخلاقی ذرائع آمدن مکمل طور پر ممنوع قرار دے دیے گئے تھے۔ اسلامی معیشت میں ان چیزوں کی گنجائش نہیں۔ حکومتی کارندے اپنے منصب پر رہتے ہوئے تحفے بھی وصول نہیں کر سکتے تھے۔ یہ تحفے بیت المال میں جمع ہوتے تھے آنحضور ﷺ نے اغنیاء اور فقرا کے درمیان دولت کی تقسیم کے حوالے سے جو اصول متعارف کرایا اسی کی بنیاد پر مدینہ میں فلاحی ریاست کا تصور پروان چڑھا۔

اسلامی ثقافت اور عزت کی حفاظت:

مدینہ کی اسلامی ریاست کی ثقافت اور اسکا کلچر، بے حیائی، عریانی اور رقص و سرور سے مکمل پاک تھا۔ مرد و زن کی مخلوط محفلیں اور راگ رنگ، شراب نوشی اور نشے کی ہر صورت حرام اور قابل تعزیر جرم تھی۔ شراب پینا ہی جرم نہیں تھا بلکہ شراب بنانا، اس کا فروخت کرنا، اسے لاد کر لے جانا اور اسے بطور تحفہ کسی غیر مسلم کو دینا سبھی حرام تھا۔ زنا اور بدکاری کے جرم پر قرآن وسنت کے مطابق غیر شادی شدہ زانی اور زانیہ کو سو کوڑے مارے جاتے اور شادی شدہ بدکاری کے مرتکب مرد و عورت کو سنگسار کرنے کی حدود جاری ہوتی تھیں۔ خواتین کو پردے کا حکم دیا گیا اور مرد و عورت کو غض بصر (نظریں جھکانے) کا پابند بنایا گیا۔ یہ احکام قران میں نازل ہوئے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ط ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ط وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا. (الاحزاب، ۳۳: ۵۹)

’’اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیں کہ (باہر نکلتے وقت) اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں، یہ اس بات کے قریب تر ہے کہ وہ پہچان لی جائیں (کہ یہ پاک دامن آزاد عورتیں ہیں) پھر انہیں (آوارہ باندیاں سمجھ کر غلطی سے) ایذاء نہ دی جائے، اور اللہ بڑا بخشنے والا بڑا رحم فرمانے والا ہے‘‘۔

جانوروں کے حقوق کا خیال:

انسان تو انسان ہیں، اشرف المخلوقات ان کا اعزاز ہے، نبی پاک ﷺ نے تو انسانوں کے علاوہ جانوروں کے بھی حقوق بیان فرمائے۔ اس تعلیمات کا یہ اثر تھا کہ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے: اگر دجلہ کے کنارے کوئی کتا بھی بھوکا مر گیا تو مجھ سے اس کا حساب لیا جائے گا اسی طرح آپؓ کا یہ قول بھی معروف ہے: اگر کسی راستے کے غیر ہموار ہونے کی وجہ سے بار برداری کا کوئی خچر ٹھوکر کھا کر گرا اور زخمی ہو گیا تو عمرؓ سے اس کا بھی حساب لیا جائے گا یہ تھا احساس ذمہ داری تھا جس نے مدینہ کی ریاست کو اسلامی اور فلاحی ہونے کے ساتھ جدید ترین ریاست ہونے کا شرف بھی بخشا۔ راستے بنانے اور ان کو ٹھیک رکھنے کا باقاعدہ شعبہ قائم کر دیا گیا۔

اسلامی فلاحی ریاست کا تصور:

ریاست کا اسلامی تصور کیا ہے اسلام نے ریاست کے لئے کون سا لفظ استعمال کیا ہے۔ اسلام نے اپنے اصولوں پر قائم شدہ سیاسی تنظیم کے لئے سیاست یا ریاست یا حکومت کی اصطلاحیں استعمال نہیں کی ہیں بلکہ خلافت یا امامت کی اصطلاح اختیار کی ہے اس لئے اسلامی ریاست کو اسلامی تصور واضح کرنے کے لئے ان اصطلاحات کا جاننا بہت ضروری ہے۔

خلافت کی اصطلاح اسلامی اصولوں پر قائم جدا ایک ریاست کے لئے استعمال ہوئی ہے اور امامت سے مراد وہ گورنمنٹ ہوتی جو خلافت کے ارادوں کی تنفیذ کرتی اور اس کے منصوبوں کو عملی جامہ پہناتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ان میں فرق یوں ہو گا جو فرق state اور Government کے درمیان ہے وہ ہی فرق امامت اور خلافت کے درمیان ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں ریاست محض ایک ریاست نہیں ہے بلکہ وہ خلافت ہے۔

اسلامی حکومت کا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ ملک کے تمام شہریوں کو ایک نظم و نسق کے مطابق چلایا جائے، عوام کے لئے معاشی وسائل فراہم کئے، امن و امان قائم کیا جائے اور ملک کی سرحدوں کی حفاظت کی جائے، بلکہ اسلامی ریاست کا بنیادی مقصد بھلائیوں کی ترویج اور برائیوں کا سدباب ہے:

جیسے فرمان الٰہی ہے:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ. (الحج، ۲۲: ۴۱)

’’(یہ اہلِ حق) وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دے دیں (تو) وہ نماز (کا نظام) قائم کریں اور زکوٰۃ کی ادائیگی (کا انتظام) کریں اور (پورے معاشرے میں نیکی اور) بھلائی کا حکم کریں اور (لوگوں کو) برائی سے روک دیں، اور سب

کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے‘‘۔

اس آیت مبارکہ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمادی ہے کہ اسلامی ریاست نہ تو سیکولر ہوتی ہے اور نہ ہی محدود مذہبی تصور پر مبنی ہوتی ہے۔اس کا اللہ پر محکم ایمان ہوتا ہے۔نظام عبادت کی پابندی اور نفاذ کے ساتھ اس کا سب سے اہم کام معاشرے میں نیکی کا فروغ اور برائی کا خاتمہ ہے۔اسلامی حکومت ایک ایسا ماحول فراہم کرتی ہے جس میں ہر شخص کے لیے حلال طریقوں کے مطابق زندگی گزارنا آسان اور حرام طریقوں کو اختیار کرنا مشکل تر ہوتا ہے۔کوئی شہری برائی کو قوت اور ہتھیاروں کے ساتھ ختم نہیں کر سکتا، یہ ریاست کے دائرہ اختیار اور فرائض منصبی میں شامل ہے۔خود ریاست بھی قانون کی قوت سے برائی کو ختم کرتی ہے اگر حکومت یہ کام چھوڑ دے تو پھر پوری امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ نیکی کے فروغ اور برائی کے خاتمے کے لیے اجتماعی جدوجہد کرے۔امت مسلمہ کو اللہ تعالیٰ نے خیر امت قرار دیا ہے۔اس کا فریضہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔امر بالمعروف یعنی نیکی کا حکم دینا اور نہی عن المنکر یعنی برائی سے روکنا، امت مسلمہ کی شناخت اور امتیاز ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ. (آلِ عمران،۳: ۱۱۰)

اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت واصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے۔تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

پوری امت اگر غفلت کا شکار ہو جائے، جیسا کہ دورِ انحطاط میں ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس کے کچھ مخلص بندے تو ایسے ہونے چاہییں جو اس کام کا بیڑہ اٹھائیں۔

ارشاد باری ہے:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (آلِ عمران،۳: ۱۰۴)

تم میں سے کچھ لوگ ایسے ضرور ہونے چاہییں جو نیکی کی طرف بلائیں، بھلائی کا حکم دیں اور برائیوں سے روکتے رہیں۔ جو لوگ یہ کام کریں گے وہی فلاح پائیں گے۔

مدینہ کی اسلامی ریاست نے وجود میں آنے کے بعد قرآنی حکم کے عین مطابق نظام صلوٰۃ وزکوٰۃ کے ساتھ اپنے پورے قانونی نظام کے تحت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا بھی اہتمام کیا۔جس معاشرے میں ہر جانب برائی اور ظلم وزیادتی، فحاشی وعریانی اور بدکاری، شراب نوشی اور قمار، سودخوری اور لوٹ مار کا دور دورہ تھا وہ معاشرہ یکسر تبدیل ہو گیا۔اب وہاں ہر کارِ خیر فروغ پا رہا تھا اور ہر برائی دم توڑ چکی تھی۔نہ سود اور ڈاکہ، نہ شراب نوشی اور فحاشی، ہر جانب عفت وعصمت اور نیکی وخیر کا فروغ۔مدنی سرکار ﷺ کے ساتھ ایک بندہ مومن کی عقیدت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ وہ زندگی کے تمام شعبوں کو آپ ﷺ کے لائے ہوئے نظام کے مطابق ڈھال دے۔سب سے زیادہ ذمہ داری مقتدر طبقات اور ذمہ داران حکومت پر ہے۔

يَا دَاوُودُ اِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ (ص، ۳۸: ۲۶)

اے داؤد! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں (اپنا) نائب بنایا سو تم لوگوں کے درمیان حق وانصاف کے ساتھ فیصلے (یا حکومت) کیا کرو۔

غرض یہ اسلام کے نظام سیاست میں حکومت کا بنیادی مقصد احکام خداوندی کی تنفیذ، عدل قائم کرنا، ظلم کو روکنا، بھلائیوں کو رواج دینا اور برائیوں کو مٹانا ہے۔

پاکستان نظریاتی اسلامی فلاحی مملکت

ریاست مدینہ کے بعد پاکستان وہ پہلی ریاست ہے جو اسلامی نظریے کی بنیاد پر معرض وجود میں آئی۔قیام پاکستان کی تحریک کے دوران جب قائداعظم سے پاکستان کی قانون سازی کے حوالے سے پوچھا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ پاکستان کی قانون سازی آج سے چودہ سو سال قبل ہو چکی ہے۔قائداعظم کی اس بات کا مطلب یہ تھا کہ مسلمانوں کے لیے وجود میں آنے والی یہ نظریاتی ریاست اب ریاست مدینہ کی عملی تصویر ہو گی۔لیکن آج اسلامی جمہوریہ پاکستان پر جاگیرداروں، سرمایہ داروں، چوروں کا قبضہ ہے۔آج ضرورت اس امر کی ہے کہ ریاست پاکستان کو بھی ریاست مدینہ کی طرز پر اسلامی فلاحی مملکت بنایا جائے تاکہ قیام پاکستان کا مقصد پورا ہو سکے۔مگر لمحہ فکریہ یہ ہے کہ اگر اس مملکت خداداد کو اسی طرز پر ڈھالنے کے لئے جس سنجیدہ کوشش کے کرنے کی ضرورت ہے وہ ناپید ہے۔☆☆☆☆☆

ذاتِ مصطفیٰ ﷺ نعمتِ عظمیٰ ہے

آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے جمیع انسانیت فیض یاب ہو رہی ہے

اللہ نے بے شمار نعمتیں عطاء کیں مگر وجود پاک ﷺ کو بڑا احسان قرار دیا

ڈاکٹر شفاقت علی البغدادی الازہری

اللہ جلّ جلالہ نے بنی نوع انسان کو بے پایاں و بے حساب نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے۔ جن کو شمار کرنا یا گننا نہ صرف دشوار ہے بلکہ ایک محال اور ناممکن عمل گردانا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَآتَاكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ (ابراھیم، ۳۴:۱۴)

اور اس نے تمہیں ہر وہ چیز عطا فرما دی جو تم نے اس سے مانگی، اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو (تو) پورا شمار نہ کر سکو گے، بیشک انسان بڑا ہی ظالم بڑا ہی ناشکر گزار ہے۔

اسی طرح ارشاد فرمایا:

وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ (النحل، ۱۸:۱۶)

اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو انہیں پورا شمار نہ کر سکو گے، بیشک اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

اگر ہم ان نعمتوں میں سے چیدہ چیدہ کا تذکرہ زیرِ بحث لائیں تو یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح اور آشکار ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ انسان کو سکونت و رہائش کیلیے گھر جیسی نعمت عطا فرمائی ہے پھر اس کی زندگی کے مختلف مراحل میں نگہداشت و حفاظت اور تقویت کے لیے والدین، عزیز و اقارب، رشتہ داروں اور دوستوں جیسی لازوال و کمال نعمتوں کا بندوبست فرمایا ہے اور اس کی غذا و خوراک کے لیے اناج، پھل اور گوشت جیسی نعمتیں مہیا فرمائیں ہیں۔

دوسری طرف خالق کائنات نے ایک ایسا صاف ستھرا، سرسبز و شاداب اور نعمتوں سے مالامال کرہ ارضی تخلیق فرمایا ہے، جو حیاتِ انسانی کی ضروریات و احتیاجات کو پورا کرنے اور تفریح و راحت دینے والی بے شمار نعمتوں کا مرقع ومرکب ہے، اس کرہ ارضی پر زندگی اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ ظہور پذیر ہے چنانچہ انسان کو مجموعی طور پر مادی وحسی اور فکری ونظریاتی سطحوں پر نعمتوں کی فراوانی عطا کی گئی۔

اگر انفرادی و شخصی سطح پر غور و تدبر کیا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانی زندگی خود ایک نہایت اعلیٰ اور ذی شان نعمت ہے جس کا کوئی مد مقابل نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کو ہر چیز پر مقدم رکھتا ہے، اور ہمیشہ اس کے تحفظ کے لیے سرگرداں رہتا ہے۔ خالق کائنات نے حیاتِ انسان کے تقاضوں کے مطابق اس کے حسی و مادی ذوق، نظریاتی و فکری اساسوں کو جلا بخشنے کی خاطر چمن دنیا کو بے شمار خوبصورتیوں، رعنائیوں، ندرتوں اور دلکش اشیاء ومحسوسات سے سجایا ہے۔ پھر ان سے مستفید ہونے کیلیے حضرت انسان کو مضبوط صلاحیتوں، ملکات اور استعدادات سے مزین فرمایا ہے۔ لہذا انسان ازل سے تاحال اس زندگی کے ہر پہلو سے حسبِ استعداد لطف اندوز ہوتا چلا آرہا ہے۔

اگر ہم حضور نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے بات

کریں تو یہ کہنا خلاف حقیقت نہیں ہو گا کہ ذات مصطفیٰ ﷺ نعمت عظمیٰ ہے بلکہ کائنات میں جملہ موجودات کی صورت میں ملنے والی سب نعمتوں کی اصل وجہ اور سبب ہیں یعنی آپ وجہ تخلیق کائنات ہیں ۔نہ صرف حضور نبی اکرم ﷺ جمیع انسانیت کو مختلف حوالوں سے فیض یاب فرما رہے ہیں بلکہ آپ ﷺ اپنی پاک وصاف سیرت اور صفت معلمیت کے فیوض و برکات سے اپنی امت کی فکری ونظریاتی اور عملی بنیادوں کو پائیدار و مضبوط رکھنے کا اعلیٰ انداز سے سامان مہیا فرما رہے ہیں۔ اللہ رب العزت نے بھی حضور نبی اکرم ﷺ کو نعمتِ عظمیٰ قرار دیا ہے۔ جس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

میلاد النبی ﷺ کائنات کے لیے نعمت عظمیٰ ہے اس موقع پر جشن منانا، حضور نبی اکرم ﷺ کے اوصاف وکمالات کا تذکرہ کرنا آپ کی سیرت پر گفتگو کرنا اور آپ کے فضائل کو بیان کرنا ، اسی طرح جتنے اچھے کام ان کا آقا علیہ السلام کے میلاد کی نسبت سے کرنا یہ باعث برکت اور مستحسن عمل ہے ۔اس پر اللہ رب العزت دنیا وآخرت میں خیرات و برکات سے نوازتا ہے

لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِینَ إِذْ بَعَثَ فِیھِمْ رَسُولاً مِّنْ أَنفُسِھِمْ یَتْلُواْ عَلَیْھِمْ آیَاتِہِ وَیُزَکِّیھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ وَإِن کَانُواْ مِن قَبْلُ لَفِی ضَلاَلٍ مُّبِینٍ(آل عمران،۳: ۱٦٤)

بیشک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے، اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے بے شمار نعمتوں کا ذکر کیا مگر کسی نعمت پر احسان نہیں جتلایا۔احسان اسی نعمت پر جتلایا جاتا ہے جو نعمت عظمیٰ ہو ۔چنانچہ مذکورہ بالا آیت مبارکہ میں اللہ رب العزت نے لقد من اللہ فرما کر ذات مصطفیٰ ﷺ کو جمیع انسانیت، جملہ موجودات و حیاتیات ،عوالم اور کائنات کے لیے نعمت عظمیٰ قرار دیا ہے چونکہ اس مقام پر لفظ لقد من اللہ میں احسان جتلانے کے معنی کو بطور خاص ذکر کیا گیا ہے تا کہ جس عظیم نعمت کے صدقے ساری کائنات اور کل موجودات کو پیدا فرمایا اس کی عظمت کا اظہار فرمایا جائے اور دیگر انعامات سے ان کی ممتاز ونمایاں حیثیت کو بیان کر دیا جائے ۔

مذکورہ بالا شاہد دلیل سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ ہمارے پیارے نبی بلاشک و شبہ کائناتِ ہست و بود کے لیے نعمت عظمیٰ ہیں ۔ہم خوش نصیب ہیں جن کو اللہ رب العزت نے آپ کی امت میں پیدا فرمایا اور آپ کی محبت عطا فرمائی۔ آپ کی سیرت پر چلنے اور زندگی گزارنے کا شعور عطا فرمایا۔

اللہ رب العزت نے حصول نعمت کے بعد تحدیث نعمت کے طور پر چرچا کرنے کا حکم دیا ہے ۔ارشاد باری تعالیٰ ہے

وَأَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ(الضحیٰ،۹۳: ۱۱)

اور اپنے رب کی نعمتوں کا (خوب) تذکرہ کریں۔

اس آیت میں یہ امر بتایا گیا کہ جب تمہیں کوئی نعمت ملے تو اس کا چر چا کرو، لوگوں میں تحدیث نعمت کے طور پر اظہار مسرت کرو۔ میلاد مصطفیٰ ﷺ کائنات کے لیے نعمت عظمیٰ ہے ۔جشن میلاد منانا نہ صرف تحدیث نعمت کے حکم کو بجالانا ہے بلکہ اس عمل کے ذریعے اللہ رب العزت کی بارگاہ سے مزید نوازشات اور خیرات کا سبب بھی ہے ۔

جب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ چھوٹی چھوٹی نعمتوں پر بھی شکر بجالایا جاتا ہے، تو ایک طرف تقاضائے عبودیت و بندگی پورا ہوتا ہے دوسرا اس شکر کی وجہ سے اللہ رب العزت مزید خیر و برکات میں اضافہ فرماتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اس حکمت کو یوں بیان فرمایا ہے ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِی لَشَدِيدٌ(ابراھیم:۷)

اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں تم پر (نعمتوں میں) ضرور اضافہ کروں گا اور اگر تم ناشکری کرو گے تو میرا عذاب یقیناً سخت ہے۔

اس آیت کریمہ میں نعمتوں پر شکر بجالانا مزید نعمتوں کے حصول کا پیش خیمہ قرار دیا گیا ہے یعنی جشن میلاد مصطفیٰ ﷺ منانا مزید نعمتوں کے حصول کا پیش خیمہ ہے۔ نعمت کے شکرانے کے طور پر باقاعدگی کے ساتھ بالاہتمام خوشی و مسرت کا اظہار اس لیے بھی ضروری ہے تاکہ آئندہ نسلوں کو اس نعمت کی قدرو قیمت اور اہمیت سے آگہی ہوتی رہے۔ اور ان کے دلوں میں اس نعمت کی قدرو قیمت جاگزیں ہوتی رہے۔

یوں تو ہر انسان انفرادی سطح پر قدم قدم پر اللہ کی بے انتہا نعمتوں کا شکر بجالاتا ہے لیکن اگر کسی نعمت کی تذکیر مقصود ہو اور نعمت بھی عظمیٰ یعنی خاص ہو تو اجتماعی شکل میں اس پر اظہار تشکر کیا جاتا ہے۔ جب گردشِ ایام سے انسان پر حصول نعمت کا دن دوبارہ آتا ہے جس میں من حیث القوم اس پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہوا اور مذکورہ نعمت اس کے شریک حال ہوئی تو خوشی کی کیفیات خود بخود جشن کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔

مثال کے طور پر اللہ رب العزت نے نعمت پر شکر بجا لانے اور خوشی و مسرت کا اظہار کرنے کے بارے میں ہمیں سورۃ مائدہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک خوشی کی مثال اور طریقہ ملتا ہے۔ جب آپؑ کی قوم نے اللہ تعالیٰ سے نعمتِ مائدہ طلب کی تو ساتھ اللہ کی بارگاہ میں یہ درخواست پیش کی کہ اگر ہمیں اس نعمت سے نوازا جائے گا تو ہم اس کا شکر بجا لاتے ہوئے اس دن کو بطور عید منائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيداً لِّأَوَّلِنَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنكَ وَارْزُقْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ (المائدة، ٥: ١١٤)

اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے خوانِ (نعمت) نازل فرما دے کہ (اس کے اترنے کا دن) ہمارے لئے عید ہوجائے ہمارے اگلوں کے لئے (بھی) اور ہمارے پچھلوں کے لئے (بھی) اور (وہ خوان) تیری طرف سے نشانی ہو، اور ہمیں رزق عطا کر اور تو سب سے بہتر رزق

ذات مصطفیٰ ﷺ نعمت عظمیٰ ہے بلکہ کائنات میں جملہ موجودات کی صورت میں ملنے والی سب نعمتوں کی اصل وجہ اور سبب ہیں یعنی آپ وجہ تخلیق کائنات ہیں۔ نہ صرف حضور نبی اکرم ﷺ جمیع انسانیت کو مختلف حوالوں سے فیض یاب فرما رہے ہیں بلکہ آپ ﷺ اپنی پاک و صاف سیرت اور صفت معلمیت کے فیوض و برکات سے اپنی امت کی فکری و نظریاتی اور عملی بنیادوں کو پائیدار و مضبوط رکھنے کا اعلیٰ انداز سے سامان مہیا فرما رہے ہیں

دینے والا ہے۔

قرآن مجید نے اس آیت کریمہ کے ذریعے امتِ مسلمہ کو یہ تصور دیا کہ جس دن نعمتِ الٰہی کا نزول ہو اس دن من حیث القوم جشن منانا اور تذکرہ نعمت کرنا شکرانہ نعمت کی ایک مستحسن صورت ہے۔

اسی طرح احادیث میں یوم عاشورہ کے حوالے سے ذکر ہے کہ اس دن کو یہودی بطور عید مناتے ہیں اور یہ وہ دن ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو بنی اسرائیل کے جبر و استبداد سے نجات ملی۔ اس طرح یہ دن ان کے لیے یوم فتح اور آزادی کا دن ہے جس میں وہ بطور شکرانہ روزہ رکھتے ہیں اور خوشی مناتے ہیں۔ حدیث مبارکہ ہے:

عن ابن عباس، قال: لما قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم المدینة وجد الیهود یصومون عاشوراء، فسئلوا عن ذلك. فقالوا: هذا الیوم الذی اظهر الله فیه موسی علی فرعون، ونحن نصومه تعظیما له. فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم: نحن اولی بموسی منکم ".وامر بصیامه."(مسلم،الجامع الصحیح،رقم٢٤٤٤)

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہودیوں کو یوم عاشورہ کا

روزہ رکھتے ہوئے پایا، اس کے متعلق جب ان سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ وضاحت کو فرعون پر فتح نصیب کی تھی، چنانچہ تعظیم کے طور پر ہم اس دن کا روزہ رکھتے ہیں، (یہ سن کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم موسیٰ علیہ السلام کے تم سے زیادہ حقدار ہیں، اور آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

اگر یہود فرعون سے نجات اور آزادی کو نعمت خداوندی سمجھ کر اظہار تشکر کرتے ہیں بطور شکرانہ روزہ رکھتے و خوشی مناتے ہیں اور ہر سال اس دن کی یاد میں من حیث القوم شکر بجالاتے ہیں تو امت مسلمہ جن کے وجود مسعود کے ذریعے کفر و شرک ،بت پرستی ،بے راہ روی اور جبر و استحصال سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نجات ملی لہذا آپ کی آمد کو نعمت عظمیٰ سمجھ کر جشن اور خوشی کا اظہار کیوں نہ کرے ۔قرآن و حدیث اور آثار سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ کی ولادت پوری امت کے لیے نعمت ہے اور آپ کے وجود کا نعمت عظمیٰ ہونے سے کسی طبقہ کو انکار نہیں ہے تو پھر قرآن کے اس فرمان فلیفرحوا کی عملی صورت سوائے خوشی اور مسرت اور جشن مولودِ مصطفیٰ کے اور کیا ہوسکتی ہے۔

ان ٹوٹے ہوئے دلوں کو پھر سے جوڑنا اور گروہوں میں بٹی ہوئی انسانیت کو رشتہ اخوت ومحبت میں پرو کر نفرت و عداوت کی دیوار کو گرا دینا اتنا بڑا واقعہ ہے جس کی کوئی نظیر تاریخ عالم انسانی نہیں ملتی ۔

انسانی زندگی کا ایک رخ اور پہلو روحانی وفکری اور نظریاتی ہے جو اس کے افکار ونظریات اور عقائد سے متعلق ہے جبکہ دوسرا رخ اس کی مادی ضرورتوں اور محسوسات اور مدرکات سے متعلق ہے ۔یاد رہے حیات انسان کے عمل کو درست سمت اور مثبت رویہ کی ترویج و ارتقاء کے لیے نظریاتی طور پر مضبوط و راسخ ہونا ضروری ہے کیونکہ یہی مثبت عمل آگے بڑھ کر مؤثرانہ احوال کی صورت اختیار کرتا ہے۔ دوسرا رخ مادی یعنی اشیائے محسوسات کا صحیح استعمال اور اعمال کے انجام کی صحیح معلومات بھی ہونا ضروری ہے۔ اگر ان دونوں پہلوؤں کو تجزیاتی انداز میں دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ شریعت اسلامی نے حسی و مادی رخ کے دائرہ کار کو محرمات ومنہیات اور حلال و مباحات کی تقسیم کے ساتھ ساتھ بیان فرمادیا ہے جبکہ نظریاتی پہلو یعنی عقیدہ کو تمام اعمال کی بنیاد اور اصل قرار دیا ہے ۔

یاد رہے کہ جس طرح توحید ،وجود باری تعالیٰ، ملائکہ پر ایمان بنیادی نظریات و عقائد میں سے ہے اسی طرح اللہ کے رسولوں پر ایمان لانا ان کے اپنے اپنے زمانہ میں ظہور ومیلاد ہونے کا اقرار کرنا ان کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرنا بھی بنیادی و اصلی عقائد میں شامل ہے۔

جشن میلاد النبی ﷺ کی برکات اور انعامات :

جشن میلاد النبی ﷺ کا انعقاد و اہتمام کرنا ذات مصطفیٰ ﷺ کی آمد وظہور پر خوشی و مسرت سے عبارت ہے۔نہ صرف یہ اپنے حبی تعلق کا اظہار ہے بلکہ یہ عمل شافع اور نفع بخش بھی ہے۔ یہ ایسا عمل ہے جس کا نفع آخرت میں بھی ہوتا ہے اور ہر انسان کو ایمان وعقیدہ کی قید سے بالاتر ہو کر عطا ہوتا ہے ۔

ابو لہب ایک بدترین دشمن رسول اور معاند اسلام تھا جس کی مذمت میں اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ایک مکمل سورت سورۃ الھب نازل فرمائی۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ .مَا أَغْنَى عَنْهُ مَالُهُ وَمَا كَسَبَ .سَيَصْلَى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ .وَامْرَأَتُهُ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ .فِي جِيدِهَا حَبْلٌ مِّن مَّسَدٍ.(اللهب،(1-5:11

ابولہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ ہو جائے (اس نے ہمارے حبیب پر ہاتھ اٹھانے کی کوشش کی ہے)۔اسے اس کے (موروثی) مال نے کچھ فائدہ نہ پہنچایا اور نہ ہی اس کی کمائی نے عنقریب وہ شعلوں والی آگ میں جا پڑے گا۔اور اس کی (خبیث) عورت (بھی) جو (کانٹے دار) لکڑیوں کا بوجھ (سر پر) اٹھائے پھرتی ہے، (اور ہمارے حبیب کے تلوؤں کو زخمی کرنے کے لئے رات کو ان کی راہوں میں بچھا دیتی ہے)۔اس کی گردن میں کھجور کی چھال کا (وہی) رسّہ ہوگا (جس سے کانٹوں کا گٹھا باندھتی ہے)۔یعنی اس سے ثابت ہے کہ ابولہب دوزخی اور جہنمی ہے اور ہمیشہ سے دوزخ کے عذاب میں رہے گا اور اب بھی عالم برزخ میں عذاب میں ہے۔

اس سورت میں ابولہب کو ہمیشہ (دوزخ) میں

رہنے والا قرار دیا گیا ہے اور اس کا مال و دولت ،جاہ و منصب اور دنیاوی کمائی اسے جہنم سے نہیں بچا سکے گی۔اسے قبر میں بھی عذاب ہے اور آخرت میں بھی عذاب ہوگا۔لیکن پیر کے دن اس کے عذاب میں کمی ہوتی ہے کیونکہ اس نے حضور نبی اکرمﷺ کی ولادت کی خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

حضور نبی اکرمﷺ نے خود بھی اپنے یوم ولادت کی تعظیم فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کبریٰ پر اللہ کا شکر فرماتے تھے۔ اور آپ کے وجود مسعود نے جملہ موجودات کو فضیلت بخشی اور آپ کی ساعت میلاد پر کل موجودات نے خوشیاں اور مسرتیں منائیں۔حضور نبی اکرمﷺ نے اپنے یوم ولادت کی تعظیم انتہائی خوبصورت اور اچھے انداز میں فرمائی۔آپ اپنے مولد کی اتنی زیادہ تعظیم فرماتے کہ ہر پیر کے دن روزہ رکھتے۔آپ کی تعظیم کا عالم یہ ہے کہ آپ ہر ہفتہ میں ایک دفعہ اس نعمت خداوندی پر شکر ادا فرمارہے ہیں ۔

امام مسلم نے اپنی الجامع الصحیح میں کتاب الصیام میں حدیث نبویﷺ کو نقل فرمایا ہے کہ

عن ابی قتادة وسئل عن صوم يوم الاثنين؟ قال " :ذاك يوم ولدت فيه، ويوم بعثت او انزل على فيه"(مسلم،الجامع الصحيح،رقم الحديث:۲۷۴۷)

حضرت ابو قتادۃ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرمﷺ سے پیر کے دن کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپﷺ نے فرمایا :میں اسی دن پیدا ہوا ہوں اور اسی دن نبی ہوا ہوں یا فرمایا :اسی دن مجھ پر وحی اتری ہے۔

یعنی روزہ رکھ کر آقاﷺ نے اپنا میلاد منایا کرتے تھے آپ کے عمل مبارک سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تذکرہ میلاد خودسنت رسول ہے اور یوم میلاد کو اچھے اعمال کرنا بھی سنت رسول ہے جیسے روزہ رکھنا،صدقہ وخیرات کرنا،لوگوں کو کھانا کھلانا وغیرہ۔

اس طرح اس دن محافل قراء ت ، وعظ ونصیحت کا اہتمام ،اجتماعات کا انعقاد کرنا سب اچھے کام اور ثواب حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔

اسی طرح یوم میلاد مصطفیٰ پر خوشی منانا اور اظہار مسرت کرنا شریعت اسلامیہ کی پیروی کرتے ہوئے اور اس کے دائرہ کار کے اندر رہتے ہوئے خوشی کرنا کا حکم قرآن مجید کا حکم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُواْ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ(یونس،۱۰: ۵۸)

فرما دیجئے: (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثتِ محمدیﷺ کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہئے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ اس (سارے مال و دولت) سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔

لہذا اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس آیت مبارکہ میں

حضرت ابو قتادۃ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ سے پیر کے دن کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپﷺ نے فرمایا :میں اسی دن پیدا ہوا ہوں اور اسی دن نبی ہوا ہوں یا فرمایا :اسی دن مجھ پر وحی اتری ہے

حکم دیا ہے جو ذات مصطفیٰ کی صورت میں اس نے ہم پر فضل کیا اور رحمت فرمائی ہے ہمیں اس پر خوشیاں منانی چاہیے جشن و محافل، جلسے و جلوس کے ساتھ شان عظمت مصطفیٰ کے چرچے کرنے چاہیے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرمﷺ کو رحمت عظمیٰ بھی قرار دیا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ(الانبیاء ،۲۱: ۱۰۷)

اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ میلاد النبیﷺ کائنات کے لیے نعمت عظمیٰ ہے اس موقع پر جشن منانا، حضور نبی اکرمﷺ کے اوصاف وکمالات کا تذکرہ کرنا آپ کی سیرت پر گفتگو کرنا اور آپ کے فضائل کو بیان کرنا ، اسی طرح جتنے اچھے کام ان کا آقا علیہ السلام کے میلاد کی نسبت سے کرنا یہ باعث برکت اور مستحسن عمل ہے۔اس پر اللہ رب العزت دنیا وآخرت میں خیرات و برکات سے نوازتا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں اپنے حبیب ﷺ کا میلاد منانے اور اس کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین بجاہ سید المرسلینﷺ ☆☆☆

شاعری ہم وارث پیغمبری است

شاعرِ مشرق نے کامیاب زندگی کے راز بتائے

قرآن کثرت سے پڑھیں تاکہ قلب محمدی ﷺ سے نسبت پیدا ہو: علامہ اقبالؒ

حکیم الامت نے شاعری کے ذریعے قوم کی تقدیر بدلنے کی سعی کی

ڈاکٹر فرخ سہیل

اٹھارویں اور انیسویں صدی میں پاک و ہند کے شعراء دنیا کی حقیقتوں کو فراموش کر کے ایک فرضی اور خیالی دنیا میں جی رہے تھے۔ اقبالؒ نے قدیم مکتب کے پابند ہمعصر شعرا کے برعکس فن و ادب کو زندگی کا مقصد قرار دیا اور شاعری کو انسانیت کی خدمت ٹھہرایا۔ اقبال فرماتے ہیں:

مقصود ہنر سوز حیات ابدی ہے
یہ ایک نفس یا دو نفس مثل شرر کیا
جس سے دل دریا متلاطم نہیں ہوتا
اے قطرۂ نیساں وہ صدف کیا وہ گہر کیا
شاعر کی نوا ہو یا مغنی کا نفس ہو
جس سے چمن افسردہ ہو وہ باد سحر کیا
بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضربِ کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا

اقبال کے نزدیک شاعر و ادیب کو بھی دیگر زندہ انسانوں کی طرح زندگی کے مصائب و آلام کو سمجھنا چاہئے اور جو شاعر زندگی کی حقیقتوں کا سامنا نہیں کرسکتا وہ وقتی طور پر تو اپنی خوبصورت شاعری سے لوگوں کو لبھاتا ہے مگر قوم کی تقدیر نہیں بدل سکتا لہذا اقبال نے عصری ادب کے خلاف بغاوت کرتے ہوئے اپنی ولولہ انگیز شاعری کے ذریعے برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو خواب غفلت سے بیدار کرتے ہوئے انہیں غلامی کی زنجیریں توڑنے کا سبق دیا اور مسلمان قوم کو اپنے اسلامی تشخص کا احساس دلا کر ایک دفعہ پھر سے نئی تاریخ رقم کرنے پر ابھارا۔

اقبال کے نزدیک ایک باصلاحیت شاعر کی کامیابی کا راز یہی ہے کہ وہ اپنے کلام میں زندگی کے حقائق کو انتہائی دلکش انداز میں پیش کرے تاکہ اس کا کلام انسانی فطرت کا ترجمان بن جائے اور جو شاعر اس صلاحیت فن سے بے بہرہ ہے وہ اپنے کلام کی تمام تر خوشنمائی کے باوجود شاعری کے اس اعلیٰ مقام کو نہیں حاصل کرسکتا جو اس کی معراج ہے جیسا کہ سورۃ الشعراء (۲۲۵-۲۲۶) میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''وہ یوں ہی ادھر ادھر صحرا نور دیاں اور دشت پیمایاں کرتے پھرتے ہیں اور ان کے قول وفعل اور قلب و زبان میں بھی ہم آہنگی نہیں ہوتی''۔

سیرت نبوی ﷺ کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعری کیا ہونی چاہئے اور کیا نہیں ہونی چاہئے۔ علامہ اقبال کے ایک انگریزی بیان میں نبی اکرم ﷺ کا حوالہ موجود ہے کہ آپ نے عمدہ شاعری کے بارے میں کیا فرمایا تھا۔ اپنے اس بیان میں علامہ نے دور جاہلیت کے دو معتبر اور معروف شعراء امراء القیس اور عنترہ کے کلام کا حوالہ دیا ہے کہ امراء القیس کے بارے میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ

اشعر الشعراء قائدھم الی النار.

کیونکہ امراء القیس کے ہاں جملہ شعراء کی نسبت شعریت زیادہ پائی جاتی ہے۔ لہذا یہ شاعر جہنم کی جانب سفر

کرنے والوں کا سردار ہے جبکہ اس کے برعکس عنترہ کے صرف ایک شعر کو سن کر اس سے ملنے کا اظہار فرمایا۔ وہ شعر ملاحظہ ہو:

ولـقـد ابیت عـلـی الطوی اظلـه
حتـی انـال بـه کـریم الـمـاکل

یعنی میں تمام راتیں سخت محنت میں بسر کرتا ہوں تا کہ روزی کما سکوں جو کہ ایک باوقار شخص کے شایانِ شان ہو۔

اس سلسلے میں اقبال لکھتے ہیں:

''رسول مقبول ﷺ جن کی مقصد زندگی کو چار چاند لگانا تھا اور زندگی کی جملہ آزمائشوں کو آراستہ کرنا تھا۔ یہ شعر سن کر بے حد مسرور ہوئے اور اپنے صحابہ سے فرمایا کہ ایک عرب کی تعریف و توصیف نے میرے دل میں کبھی اس سے ملنے کی خواہش نہیں کی لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ میں اس شعر کے خالق سے ملنا چاہتا ہوں، رسولِ مقبول کی اس شعر کی ستائش سے فن کے ایک عظیم اور قابل قدر اصول کا اظہار ہوتا ہے کہ فن زندگی کے تابع ہے اس سے اعلیٰ و ارفع نہیں''۔

لہذا علامہ اقبال کا کلام نثری مضامین، مکتوبات و ملفوظات اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ وہ ایک بامقصد ادب تخلیق کرنے پر زور دیتے تھے۔ ایسا مقصد جو اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہو اور اعلیٰ انسانی اقدار کا حامل ہو اور اقبال نے اس مقصد کے حصول کے لیے روایتی اسلوب زبان و بیان سے بریت کا اظہار یوں کیا:

نہ پنداری کہ من بے بادہ مستم
مثالِ شاعراں افسانہ بستم
نہ بینی خیز ازاں مرد فرو دست
کہ بر ما تہمت شعر و سخن بست
بکوئے دلبراں کارے ندارم
دل زارے غم یارے ندارم
نہ خاک من غبار رہگزارے
نہ در خاکم دلِ بے اختیار بے
بجبریل امیں ہم داستانم
رقیب و قاصد و درباں ندانم

اقبال شاعروں کو زندگی کی حقیقتوں پر غور کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ادب میں فکر صالح کی ضرورت ہے تم شعرو ادب میں مغربی خیالات اور تصورات کی تقلید کرتے ہو۔ حالانکہ عربی اندازِ فکر کو اپنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ گل و لالہ سے بہت کچھ لطف اندوز ہوئے۔ ذرا ریگِ سوزاں کے چشمہ زمزم میں بھی غوطہ لگا کر دیکھو''۔

اقبالؒ نے اپنی پوری زندگی میں اسرار و رموز سے لے کر ارمغانِ حجاز تک جو کچھ بھی لکھا اس کا ایک خاص مقصد تھا اور اس مقصد کی اساس و بنیاد صرف اور صرف قرآن پر تھی اور اپنے اس مقصد کو نبی کریم کے حضور التجا پیش کرتے ہوئے اقبالؒ فرماتے ہیں:

گر دلم آئینہ بے جوہر است
ور بحرفم غیر قرآن مضمر است
پردۂ ناموس فکرم چاک کن
ایں خیاباں را زخارم پاک کن
روزِ محشر خوار و رسوا کن مرا
بے نصیب از بوسئہ پا کن مرا

لہذا اقبال اپنی پوری شاعری میں حضور اکرم ﷺ سے کیا ہوا وعدہ نبھاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کی تمام شاعری میں صرف اور صرف قرآن ہی کا مقصد عظیم پنہاں نظر آتا ہے کیونکہ قرآن حکیم حضرت علامہ کے نزدیک ''کتاب زندہ'' ہے اور زندگی آموز روح عطا کرتی ہے۔ اس کا بھیجنے والا علیم و حکیم ہے۔ لہذا قرآن حکیم کی تعلیمات لازوال ہیں اور اس کائنات میں رونما ہونے والے حادثات سے کسی قسم کا کوئی اندیشہ و خلل نہیں وہ بات جو حقیقت ہے قرآن ہے باقی سب باطل ہے''۔

اپنے بارے میں اقبالؒ کا بیان ہے کہ جب میں سیالکوٹ میں پڑھتا تھا تو صبح اٹھ کر روزانہ قرآن پاک کی تلاوت کرتا تھا۔ والد محترم اپنے اوراد و وظائف سے فرصت پا کر آتے اور مجھے دیکھ کر گزر جاتے۔ ایک دن صبح کو میرے پاس سے گزرے اور فرمایا کہ بیٹا یہ کہنا تھا کہ جب تم قرآن پڑھو تو یہ سمجھو کہ تم پر اثر کر رہا ہے یعنی اللہ تم سے ہمکلام ہے اور اپنے ایک شعر میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تیرے ضمیر پہ جب تک نہ نزول کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحب کشاف

اقبال نیاز الدین خان کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ ''قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیئے تاکہ قلبِ محمدی سے نسبت پیدا کرے۔ نسبت محمدیہ کی تولید کے لیے ضروری ہے کہ اس کے معنی بھی آتے ہوں۔ خلوص دل کے ساتھ محض قرات کافی ہے۔

چونکہ اسلام کی تمام تعلیمات کا سرچشمہ قرآن حکیم ہے لہذا اقبال نے اپنے پیغام میں قرآن کو پڑھنے اور اس سے راہنمائی حاصل کرنے پر بڑا زور دیا ہے۔ وہ واعظ قرآن کی بجائے اس میں غوطہ زن ہوکر اطمینان قلب حاصل کرے تاکہ کثرت تلاوت سے ان کی طبیعت کو قلب محمدی سے نسبت پیدا ہوجائے۔ لہذا کلام پاک پڑھنے کے دوران اس کے ایک ایک لفظ پر غور کرنا ان کا معمول تھا۔ آیات قرآنیہ پر تفکر کے دوران ان کا دل پگھل جانا اور بدن پر لرزہ طاری ہوجاتا تھا۔ آنکھوں سے عشق خدا و رسول کے سوتے ابل پڑتے اور ایسی حالت میں جب اقبال ایسی پر تاثیر تلاوت کرتے کہ پتھر دل بھی موم ہوجاتے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اور تو دیکھتا ہے کہ جب یہ لوگ اس قرآن کو سنتے ہیں جو ہمارے رسول پر نازل کیا گیا تو ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوجاتے ہیں کیونکہ امر حق کو انہوں نے پہچان لیا ہے''۔

کیونکہ قرآن کریم کا یہ اعجاز ہے کہ وہ پہلے قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے پھر اس کے ظاہر و باطن پر پوری طرح چھا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ قاری مکمل طور پر قرآن سے مغلوب نظر آتا ہے اور اس کے ہر انداز سے قرآن کا رنگ جھلکتا ہے اور یوں وہ قاری کی بجائے قرآن نظر آنے لگتا ہے۔ اقبال اس حوالے سے لکھتے ہیں:

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

اقبال کے قرآنی پیغام کو سید سلیمان ندوی یوں بیان کرتے ہیں:

''حضرت اقبال کی شاعری اب شاعری کی حدود سے نکل کر حکمت کے سدرۃ المنتہٰی تک پہنچ چکی ہے اور ان من الشعر الحکمۃ کی خلعت نبوی سے سرفراز ہوچکی ہے۔ اب ان کی شاعری میں جذبات کا سراب نہیں بلکہ بصیرت اور موعظت ہے۔ وہ مسلمانوں کو ان کے بزرگوں کا تاریخی پیغام سنانے کے لیے نہیں بلکہ قوموں کے عروج و زوال کا فلسفہ سمجھانے کے لیے ہے۔ وہ اب میدان جنگ کا رجز یا مسافران راہ کے لیے بانگ درا نہیں بلکہ غور و فکر کے غارِ حرا سے ناموس اکبر کی آمد اور جبریل امین کا پیغام ہے۔

اقبال کے داعی قرآن ہونے کا اعتراف نہ صرف مسلمانان عالم نے کیا بلکہ غیر مسلم سکالرز بھی اقبال کے اس کردار کے معترف ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ انہوں نے بھی اقبال کے اس کردار کو پیغمبر کے متعین کردہ فریضہ تبلیغ کا اہم جزو قرار دیا اور بالآخر پوری دنیا نے جان لیا کہ اقبال نے اسرار و رموز سے لے کر ارمغان حجاز تک جو کچھ بھی لکھا وہ ان کا قرآنی پیغام ہی تھا کیونکہ اس کی بنیاد صرف اور صرف قرآن پر تھی۔

المختصر یہ کہ اقبال مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں تبلیغ دین کی اہمیت سے بخوبی آگاہ تھے اور انہیں اس حقیقت کا بھی مکمل ادراک تھا کہ مسلمانوں کا وجود صرف اسی اہم فریضے کی ادائیگی کا مرہون منت جو نبی آخرالزماں ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کی امت کو سونپ دیا۔ لہذا اقبال نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اس فریضے کو اپنی شاعری کے ذریعے اس طرح نبھایا کہ ان کا کلام اس بات کا امین بن گیا کہ

حق اگر سوزے ندارد حکمت است
شعر می گر در چو سوز از دل گرفت
فطرت شاعر سراپا جستجو است
خالق و پروردگا آرزو است
شاعر اندر سینہ ملت چو دل
ملتے بے شاعرے انبار گل
شعر را مقصود گر آدم گری است
شاعری ہم وارثِ پیغمبری است

☆☆☆☆☆

خوشبو ہے دو عالم میں تری اے گل چیدہ..... کس منہ سے بیاں ہوں ترے اوصاف حمیدہ

آپ ﷺ کا اخلاق پوری انسانیت کیلئے نمونہ ہے

رسول مکرم ﷺ نے فرمایا میں شریفانہ اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا

آپ ﷺ کے بلند تر اخلاق کی قرآن پاک نے گواہی دی

آسیہ سیف قادری

حضور ﷺ: اخلاقِ حسنہ کے پیکر:

؎ زندگیاں بیت گئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا ایک باب بھی پورا نہ ہوا

کائناتِ ارض و سماں میں سب سے اعلیٰ و ارفع ہستی محبوب رب کونین سید المرسلین، خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس کے اوصاف حمیدہ اور اخلاقِ حسنہ کے بارے میں کچھ لکھتے وقت نہ صرف تنگ داماں کا احساس ہوتا ہے بلکہ ایسا قلم کہاں سے لائیں جو تاجدار کائنات کے اوصاف قلمبند کر سکے ایسے الفاظ کہاں سے ڈھونڈیں جن سے مدحت مصطفیٰ ﷺ کا حق ادا ہو سکے۔

؎ خوشبو ہے دو عالم میں تیری اے گُل چیدہ
کس منہ سے بیاں ہوں تیرے اوصافِ حمیدہ

آقا ﷺ کہ جن کی شان میں اللہ رب العزت نے سارا قرآن نازل فرمادیا۔ قرآن شانِ محمدی حضور علیہ السلام کے سراپا پُرنور سے لے کر اخلاق و کردار تک آپ کی گفتار سے لے کر اٹھنے، بیٹھنے، کھانے، پینے، چلنے پھرنے کی ایک ایک ادا تک کو قرآن میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔ سیرت مطہر کو اہل ایمان کے لیے کامل اسوہ حسنہ، خوبصورت ماڈل قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ.

”فی الحقیقت تمہارے لیے رسول اللہ (ﷺ کی ذات) میں نہایت ہی حسین نمونۂ (حیات) ہے“۔ (الاحزاب، ۳۳: ۲۱)

گویا زندگی گزارنے کا جامع ضابطہ حیات اگر کوئی ہے تو وہ محمد رسول اللہ کی حیات مبارکہ ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات میں نہ کوئی آپ جیسا کامل انسان بنایا ہے نہ بنائے گا کیونکہ آپ ﷺ پر نبوت و رسالت کی تکمیل ہی نہیں ہوئی بلکہ تمام کمالات انسانی، اوصاف اور اخلاق کی تکمیل بھی بدرجہ اتم آپ ﷺ کی ذات پر ہوچکی ہے اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اوصاف و کمالات کا ایسا رنگ چڑھایا کہ آپ کو تمام صفاتِ الٰہیہ اور اخلاق الٰہیہ کا مظہر اتم بنا کر بھیج دیا اور آپ کے اخلاق کی اس بلندی کی خود اللہ تعالیٰ نے گواہی دے دی اور فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ. (القلم، ۶۸: ۴)

”اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزّین اور اَخلاقِ اِلٰہیہ سے متّصف ہیں)“۔

اور حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد ہی اخلاق کی تکمیل قرار دیتے ہوئے فرمایا:

بعثت الیکم لاتمم مکارم الاخلاق.

”میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ شریفانہ اخلاق کی تکمیل کروں“۔ (الموطا کتاب حسن الخلق، ص ۷۵۸)

اور جب صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کے اخلاق کی بابت حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:

”آپ ﷺ نے فرمایا آپ کا اخلاق قرآن کریم

ہے‘‘۔

اس لیے معلوم ہوتا ہے کہ حضورﷺ کے اخلاق کا آئینہ قرآن کریم ہے اس میں بہت سے راز مضمر ہیں۔ لہذا انہوں نے یہ فرمایا کہ آپ کے اخلاق قرآن کا آئینہ ہیں یہ ان کے وسعت علم اور ادب کا ثبوت ہے۔

تو جس ہستی کے اخلاق باکمال کے عظمتوں اور رفعتوں کی گواہی خود رب کائنات نے دے دی ہے جس کا خلق ہی قرآن قرار پایا اس کے اخلاقی اوصاف کے بارے میں کچھ مزید کہنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے یہی وجہ ہے کہ جب صحابہ کرامؓ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے حضورﷺ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے الٹا ان پر سوال کردیا کیا تم نے کبھی قرآن نہیں پڑھا جو مجھ سے حضورﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھتے ہو کیونکہ قرآن نے جو عمدہ اخلاق بتائے ہیں اور جو اخلاق اللہ رب العزت کی صفات اور ذاتی خلق کا حصہ ہیں وہ سب کے سب اخلاق تو حضورﷺ کے خلق عظیم میں بدرجہ اتم پائے جاتے ہیں اور اللہ رب العزت نے جو اخلاقی صفات اپنے لیے بیان فرمائیں قرآن میں کئی جگہوں پر اللہ تعالیٰ نے انہیں الفاظ اور اسماء صفات کو اپنے حبیب اکرمﷺ کے لیے بھی بیان فرماکر ثابت کردیا کہ اے میرے حبیب اے میرے مصطفیٰﷺ تیری ذات وصفات تک میں خود رب ہوکر درود پڑھتا ہوں اور اے حبیب اس درود کے صدقے سے میں رحمتیں نازل کرتا ہوں حالانکہ تو ازل سے ہی رحمۃ للعالمین بناکر مبعوث فرمایا اور لحہ لحہ تیرے درجے بلند کرنے اور ذکر کو بلند کرنے کا ہم نے وعدہ کررکھا ہے۔ لہذا اب تیرے اخلاق اس قدر بلند و بالا ہوچکے ہیں تیرے کردار کی عظمتیں اس سطح تک پہنچ چکی ہیں کہ تیرے اخلاق پر ہم نے اخلاق الٰہیہ کا رنگ چڑھا دیا ہے اور تیری صفات الٰہیہ کا مظہر اتم بنادیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ حَرِيۡصٌ عَلَيۡكُمۡ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ۔

’’بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (ﷺ) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت کے) بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں‘‘۔ (التوبہ، ۹: ۱۲۸)

درج بالا آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے روف اور رحیم جو کہ اس کے اپنے اسماء الحسنٰی میں سے ہیں اپنے حبیبؐ کے لیے بھی یہی الفاظ بیان فرماکر آپ کے اخلاق وصفات کی عظمت پر مہر ثبت کردی کہ اب کائنات ارض و سماء میں اخلاق کردار کی اصلاح اور رہنمائی کے لیے اگر کسی کو ماڈل بنانا ہے تو صرف اور صرف محمد مصطفیٰﷺ کی ذات بابرکات ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اخلاق اگر کسی کے ہیں تو محمد عربیﷺ کی ہستی ہی ہے اب چونکہ اللہ تعالیٰ کو تو نہ کسی نے دیکھا ہے نہ کوئی دنیا میں دنیا کی آنکھ سے دیکھ سکتا ہے اس لیے اتباع کے لیے پیکر اخلاق حسنہ تمام بنی نوع انسانیت کے لیے حضور اقدس کی حیات مبارک کو ہی قرار دے دیا گیا۔ اللہ رب العزت نے سورہ آل عمران آیت ۳۱ میں ارشاد فرمایا:

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَـكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ‌ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ۔ (آل عمران، ۳: ۳۱)

’’(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے‘‘۔

گو اب اگر کوئی بارگاہ خداوندی میں محبت اور قربت کا طلبگار ہے تو اسے اتباع مصطفیٰﷺ اختیار کرنا ہوگا کوئی اللہ کی بندگی پانا چاہتا ہے تو اسے پہلے اپنی گردن میں محمدﷺ کی غلامی کا پٹہ ڈالنا ہوگا کوئی بارگاہ خدا تک رسائی چاہتا ہے تو پہلے بارگاہ رسالت مآب تک پہنچنا ہوگا کوئی اخلاق الٰہیہ کا طلبگار ہے تو اسے اخلاق مصطفیٰ کے رنگ میں اپنے آپ کو رنگنا ہوگا۔

پیغمبر اسلام دنیا کے کامل ترین انسان ہیں کیونکہ زندگی میں بیک وقت اس قدر جامع اور متنوع اوصاف آپ میں نظر آتے ہیں جو کسی ایک انسان میں تاریخ نے کبھی یکجا نہیں دیکھے اور یہ کمالات اور اوصاف کسی میں کبھی یکجان نہ

ہوئے ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں۔

؎ حسن یوسف، دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

کبھی تو اپنے برا کہنے والوں سے نہ بدلہ لیا اور اپنے ذاتی دشمنوں کے حق میں دعائے خیر کی لیکن دین کے دشمنوں کو انہوں نے کبھی معاف نہیں کیا اور حق کا راستہ روکنے والوں کو ہمیشہ جہنم اور عذاب الٰہی سے ڈراتے رہے۔

ایک شخص حضور اکرمﷺ سے ملاقات کرنے آیا لیکن رعب نبوت سے کانپنے لگا حضورﷺ نے فرمایا گھبراؤ نہیں میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی۔ الغرض اخلاق کی تمام اعلیٰ خوبیاں اور اوصاف حضورﷺ کی ذات بابرکات میں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں اور آپ کی سیرت مطہرہ ان تمام اخلاقی صفات کا جامع پیکر نظر آتی ہیں جو تاریخ میں کسی ایک انسان میں کبھی یکجا نہیں دیکھے۔

یہ حضور اکرمﷺ کی ذات مبارک ہی ہے کہ جس کے توسل سے انسان ظلمتوں اور تاریکیوں میں بھٹکنے کی بجائے صراط مستقیم پر آئے اور روشن منور راہوں پر گامزن ہوکر معرفتِ الٰہی کے جام پیئے جس کے ذریعے دولت ایمان ملی اور جس کے ذریعے عرفان حق نصیب ہوا۔ جس کا وجود ہر نعمت کی تخلیق اور فروغ کا باعث بنا آپﷺ کی ذات کو اللہ تعالیٰ نے **وما ارسلنک الا رحمة للعالمین** کہہ کر سارے جہانوں کے لیے سراپا رحمت قرار دے دیا۔ آپ تاجدار ختم نبوت کا تاج پہن کر آئے اور لا نبی بعدی کا مژدہ جانفزا سنادیا آپ کو اللہ رب العزت نے **انا اعطینك الکوثر** کہہ کر سارے خزانوں کی کنجیاں تھمادیں آپ کا سینہ الم نشرح ہے تو چہرہ والضحیٰ اور زلفیں واللیل ہیں اور محبوبیت کا عالم یہ ہے کہ خود رب کائنات اس کے سارے فرشتے آپ پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔ ہمارے نبی اکرمﷺ وہ نبی ہیں کہ جن کا مقام مقامِ محمود ٹھہرا۔ جن کے ذکر کی رفعتوں کا عالم یہ ہے کہ ورفعنا لک ذکرک کہہ کر جس کا ذکر ہر شے سے بلند کردیا جس کی نبوت و رسالت کو اتنی فضیلت عطا ہوئی کہ انی رسول الیکم تمام کائنات ارض و سماں کے لیے جو ہر زمانے اور دور کے انسانوں کے لیے پیغمبر آخرالزماں بن کر آئے، جن کی اطاعت اللہ کی اطاعت قرار پائی جن کی ہر ہر ادا اللہ کا امر اور فعل قرار پائی اور جن کے اخلاق کی بلندیوں کی گواہی خود رب کائنات نے انک لعلی خلق عظیم کہہ کر قرآن میں بیان فرمادی۔ آپ کی سیرت اور حیات مبارکہ کا ہر لمحہ پیغمبرانہ ہے اللہ نے اپنی ذات کی اپنی توحید کی دلیل اگر کسی کو قرار دیا تو حضورﷺ کی حیات مبارکہ ہے۔ سیرت محمدی سچائی اور دیانت داری کا ایسا پیکر کہ ہے دشمن بھی صادق اور امین کہنے پر مجبور ہوجائیں۔

مگر صد حیف کہ جس امت کے نبی کی بعثت کا مقصد ہی مکارم اخلاق کی تکمیل قرار پایا ہو جس نے اخلاق کو اعلیٰ ترین اخلاقی اور روحانی اقدار سے نوازا ہو اس کی امت کا اخلاق و احوال نہایت پستی کی حالت اختیار کرچکا ہے۔ آج اغیار نے ہمارے نبی کے اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہوکر انسانیت اور اخلاق کی عظیم مثالیں قائم کررہے ہیں آپ اقوام مغرب کو دیکھ لیجئے سچائی، راست بازی، محنت، عدل و انصاف اور اخوت و ہمدردی جیسے اعلیٰ اخلاقی اوصاف کا منہ بولتا ثبوت ہیں کسی کی ذاتیات میں دخل اندازی ہرگز نہیں کرتے محنت کو عار نہیں سمجھتے، اپنے کام کاج اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں۔ چوری، غیبت بلا اجازت کسی چیز کو استعمال کرنے کی عادت ہی ان میں نہیں پائی جاتی۔

آج اگر وہ دنیا میں کامیاب اور ترقی یافتہ ہیں تو یقیناً یہ وہی اصول وضوابط ہیں جو قرآن وسنت سے ماخوذ ہیں جو قرآن نے بتائے تو رسول اللہ نے عملی زندگی میں کرکے دکھائے۔

آج بھی ترقی و کامرانی کا راز سیرت نبویﷺ کی پیروی میں ہے۔ بس ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے نظام تعلیم، نظام معشیت و معاشرت الغرض زندگی کے تمام پہلوؤں کو حضور اکرمﷺ کے بتائے ہوئے اصولوں سے ہم آہنگ کریں اور سیرت محمدیﷺ کو کامل اسوہ حسنہ اور اپنے لیے بہترین ماڈل بناکر اپنی سیرت و کردار پر مصطفویت کی چھاپ لگا کر غلامانِ مصطفیٰﷺ بن کر اپنی زندگیاں گزاریں۔

☆☆☆☆☆

ربیع الاول جشنِ بہاراں

انسانیت کی فلاح و نجات اسوۂ حسنہ کی اتباع میں ہے

پیغمبرِ امن کو مبعوث فرما کر اللہ نے تاریخ کا رخ موڑ دیا

ولادتِ پاک ﷺ کی برکت سے سنگ ریز خطے کو شادابی عطا ہوئی

طیبہ کوثر۔ ریسرچ سکالر FMRI

تاریخ انسانیت کا سیاہ دور اپنے عروج پر تھا۔ معصیت کی کالی آندھیوں کے گرد و غبار نے چہار دانگ عالم کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔ شرک و کفر کی گرم بازاری، ہوس رانی اور اخلاقی گراوٹ نے انسان کو ذلت کے پست ترین گڑھے میں گرا دیا تھا۔ انسانیت ظلم و استبداد کے بے رحم طمانچوں کا شکار تھی۔ روشنی کی کوئی کرن دکھائی نہ دیتی تھی۔ ہر شے دستگیری کی منتظر تھی۔

بالآخر انسانیت کی حالت زار پر قدرت مہربان ہوئی۔ رحمتِ خداوندی نے جوش میں آ کر تاریخ کا رخ موڑ دیا اور اس کائنات کی تقدیر بدل کر رکھ دی۔ فاران کی چوٹیوں سے رحمت کی گھنگور گھٹا اٹھی، خالقِ کائنات نے وجہِ تخلیق کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیدا فرما کر مقصد تخلیق کائنات پورا فرما دیا اور مخلوقِ خدا کے لیے دائمی بہار جانفزا کا اہتمام فرما دیا۔ بقول شاعر:

تاریک تھا، ظلمت کدہ تھا، سخت کالا تھا
پردے سے پردہ کیا نکلا کہ گھر گھر میں اجالا تھا

وجود مصطفیٰ ﷺ کے منصہٴ شہود پر جلوہ گر ہونے سے گلزارِ عالم میں نورِ حق پھیلا اور جہانِ رنگ و بو میں آثارِ حیات نمودار ہوئے۔ نورِ مصطفیٰ ﷺ کی ضیاء پاشیوں سے اُمید کی کرنیں چار سو روشنی پھیلانے لگیں اور ظلمت زدہ اراضی بقعہ نور بن گئی۔ آمدِ مصطفیٰ ﷺ سے ظلم و ستم کے آہنی شکنجوں میں جکڑی ہوئی انسانیت کو ہر قسم کی رہائی کا مژدہ جاں فزا ملا۔ وجود مصطفیٰ ﷺ نے شرق تا غرب کائنات کے ہر ہر گوشے کو منور و تاباں کر دیا۔

علامہ نورالدین علی بن ابراہیم بن احمد حلبی شافعی لکھتے ہیں:

جس سال نور محمد ﷺ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو ودیعت ہوا۔ وہ فتح و نصرت، ترو تازگی اور خوشحالی کا سال کہلایا۔ اہل قریش اس سے قبل معاشی بدحالی، عسرت اور قحط سالی میں مبتلا تھے۔ ولادت کی برکت سے اس سال اللہ تعالیٰ نے بے آب و گیاہ زمین کو شادابی اور ہریالی عطا فرمائی اور سوکھے درختوں اور مردہ شاخوں کو ہرا بھرا کر کے انہیں پھلوں سے لاد دیا۔ اہل قریش اس طرح ہر طرف سے خیرِ کثیر آنے سے خوشحال ہو گئے۔ (السیرۃ الحلبیۃ، ۱: ۷۲)

رحمتِ دو عالم کے جلوہ افروز ہونے سے کائنات ہست و بود میں توحید کا نور پھیلا۔ بندگانِ خدا کو ایمان کی حلاوت، علم کو عرفان، عمل کو صالحیت، بے مقصدیت کو آگہی اور نفرت کو محبت ملی۔ یوں چودہ سو سال پہلے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے وجود مسعود کے تصدق سے جو بہار جاوداں آئی۔ اس سے ابدی اور دائمی انوار و فیوضات کا ایسا سرچشمہ جاری ہوا۔ جس نے عالم جن و انس، عالم نباتات و جمادات، عالم چرند و پرند حتی کہ عالم لاہوت و ملکوت کے لیے نہ صرف قیامت تک بلکہ اس کے بعد بھی موجزن رہنا ہے۔ یوں ذاتِ مصطفیٰ ﷺ رونق بزم کائنات ٹھہری۔ بقول حکیم الامت علامہ اقبال:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

ولادتِ مصطفیٰ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایک مومن کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی اور عظیم ترین نعمت بنا دیا اور اس نعمت عظمیٰ کے لیے خود رب تعالیٰ نے خوشیاں منانے کا حکم فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ط هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَo (یونس، ۵۸: ۱۰)

فرما دیجیے: (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثتِ محمدی کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ اس (سارے مال و دولت) سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیںo

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مذکورہ آیت مبارکہ کی تصریح یوں فرماتے ہیں:

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا روئے خطاب اپنے حبیب ﷺ سے ہے کہاے رسول مکرم ﷺ اپنے صحابہ ؓ اور ان کے ذریعے پوری امت کو بتادیجئے کہ ان پر اللہ کی جو رحمت نازل ہوئی ہے وہ ان سے اس امر کی متقاضی ہے کہ اس پر جس قدر ممکن ہوسکے خوشی اور مسرت کا اظہار کریں۔ جس دن حبیب خدا ﷺ کی ولادت مبارکہ کی صورت میں عظیم ترین نعمت انہیں عطا کی گئی ہے اسے شایان شان طریقے سے منائیں۔ اس آیت میں حصول نعمت کی یہ خوشی اُمت کی اجتماعی خوشی ہے جسے اجتماعی طور پر جشن کی صورت میں ہی منایا جاسکتا ہے۔ چونکہ حکم ہوگیا ہے کہ خوشی مناؤ اور اجتماعی طور پر خوشی عید کے طور پر منائی جاتی ہے یا جشن کے طور پر۔ لہٰذا آیۃ کریمہ کا مفہوم واضح ہے کہ مسلمان یوم ولادت رسول اکرم ﷺ کو عید میلاد النبی ﷺ کے طور پر منائیں۔ (میلاد النبی: ۲۰۳)

ماہ ربیع الاول کی آمد سے عاشقانِ مصطفیٰ کی روحوں میں کیف و انبساط کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے اور ان کے دل سرور ومستی سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ اس مبارک ماہ کی پرنور ساعتوں میں وہ یوم میلاد کو انتہائی تزک و احتشام سے مناتے ہیں۔ عشق و مستی کی کیفیت میں ہر زبان پر ایک ہی صدا اور نغمہ ہوتا ہے:

(حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ چمکتا ہوا سورج بن کر دنیا میں جلوہ گر ہو گئے ہیں۔ بس ان پر کثرت کے ساتھ درود پڑھو۔)

یومِ میلاد مصطفیٰ ﷺ ہر مومن کے ایمان کا حصہ اور ذکرِ رسول ﷺ اور محبت رسول ﷺ کے فروغ کا ایک اہم ترین ذریعہ ہے۔ جو ہر مومن کے قلب و ذہن کی تازگی و شادمانی کا باعث بنتا ہے۔ یہ مہینہ جہاں قلوب و ارواح کو عشقِ مصطفیٰ ﷺ سے منور کرنے کی طرف متوجہ کرتا ہے وہیں سیرتِ مصطفیٰ پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب بھی دیتا ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات اقدس کو ہر خوبی سے مزین کر کے لاجواب پیدا فرمایا اور انسانیت کے لیے من کل الوجوہ ہدایت وسعادت اور فلاح ونجات کا راستہ ہمیشہ کے لیے آپ کی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ کی اتباع میں رکھا۔ بلکہ اپنی اطاعت کو بھی اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللهَ

جس نے رسول (ﷺ) کا حکم مانا بے شک اس نے اللہ (ہی) کا حکم مانا۔ (النساء، ۴: ۸۰)

بلکہ اپنی ذات سے محبت کروانے کا اصول بھی ہادیِ برحق نے قرآن کی صورت میں بزبانِ مصطفیٰ ﷺ سکھا دیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللهُ وَيَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (آل عمران، ۳: ۳۱)

(اے حبیب!) آپ فرما دیں: اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔

گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت ومحبت کا کوئی راستہ بجز محمد مصطفیٰ ﷺ کی اطاعت اور محبت کے نہیں ہے۔ انفرادی اور اجتماعی تعمیر شخصیت کا ہر اسلوب ذاتِ مصطفیٰ ﷺ سے مستفاد ہو گا۔ نفوس و ارواح کا تزکیہ سنتِ مطہرہ کے ذریعے ہوگا۔

لہٰذا آج کے مادیت پرست دور میں معصیت سے بچنے اور روحوں کو سیراب کرنے کا کا واحد راستہ سیرتِ رسول ﷺ سے کلی فکری و عملی رابطہ کی بحالی ہے۔ آج میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشیاں مناتے ہوئے ضرورت اس امر کی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ کے ساتھ عہد وفا کرتے ہوئے اپنے ہر کام کو اُسوہِ رسول ﷺ کے تابع کر دیں تا کہ عملی طور پر بھی ہمارے کردار میں محبت اور اتباعِ رسول ﷺ کی واضح جھلک نظر آئے۔

دونوں جہان کی رفعتیں ہیں تیرے انتظار میں
سرور کائنات (ﷺ) کی پیروی اختیار کر

☆☆☆☆☆

استقبال ربیع الاول

میلادالنبیﷺ کی تقریبات قلب و روح کو تازگی بخشتی ہیں

کریم آقاﷺ کی ولادتِ پاک کے موقع پر زمین و آسمان ہالۂ نور بن گئے

سیدہ آمنہؓ فرماتی ہیں آپﷺ کا جسمِ اطہر چودھویں کے چاند کی طرح روشن تھا

راضیہ نوید

ماہ ربیع الاول کے آغاز کے ساتھ ہی ہر طرف موسم بہار آجاتا ہے۔ آقائے دو جہاںﷺ کے دیوانوں اور عاشقوں میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے گویا کہ ہر بوڑھا، جوان، عورت اور بچے اس خوشی کے اظہار کے لیے بے چین و بے تاب نظر آتے ہیں۔

جب کائنات میں کفروشرک اور ظلم و جبر کے بادل چھائے ہوئے تھے اور انسانیت سسک رہی تھی تو اللہ رب العزت کو اپنی مخلوق کی بے چارگی اور بے بسی پر رحم آ گیا ایسے میں ۱۲ ربیع النور کو سیدہ آمنہؓ اور حضرت عبداللہؓ کے کاشانہ محبت میں نورِ محمدیﷺ جلوہ گر ہوا۔ اس روز ملائکہ کو حکم دیا گیا کہ تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دیئے جائیں اور سب ملائکہ زمین پر جشن ولادتِ مصطفیٰﷺ کے لیے اتر جائیں۔ شب ولادت اللہ رب العزت نے حوض کوثر کے کنارے مہکتی کستوری کے ستر ہزار درخت لگائے، تین جھنڈے مشرق، مغرب اور کعبہ کی چھت پر نصب کئے گئے، شیاطین کو قید کردیا گیا، سارے جہاں کے بت سربسجود ہوگئے، قیصر و کسریٰ کے سالہا سال سے جلتے آتش کدے بجھ گئے اس سال پورا عرب قحط اور افلاس کی سخت اذیت میں مبتلا تھا، حضورﷺ کی ولادت باسعادت کے طفیل سب سختیاں ٹل گئیں، ویران زمین سیراب ہوگئی، ہر سو سبزہ لہلہانے لگا اور کھیت اناج سے بھر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سال اپنے محبوبﷺ کی ولادت کی خوشی میں عورتوں کو بیٹے عطا فرما کر اپنے محبوبﷺ کی ولادت کو منایا۔ حضرت محمد مصطفیٰﷺ کی ذات کے احوال بیان کرتے ہوئے حضرت آمنہؓ بیان کرتی ہیں:

”میں نے کھجور کی طرح لمبی خواتین کو دیکھا انہوں نے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا میں نے ان سے زیادہ روشن چہرے والی خوبصورت عورتیں نہیں دیکھیں۔ انہوں نے مجھے پینے کے لیے ایک پاکیزہ مشروب پیش کیا جو دودھ سے زیادہ سفید، برف سے زیادہ ٹھنڈا اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا۔ ان خوبصورت عورتوں نے مجھے بتایا کہ وہ حضرت مریمؑ اور حضرت آسیہؑ ہیں اور ان کے ساتھ جنتی حوریں ہیں“۔

وقت ولادت مصطفیٰﷺ سارا گھر بقعہ نور بن گیا۔ ہر شے نور میں ڈوب گئی۔ حضرت عثمان بن ابی العاصؓ روایت فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں حضورﷺ کی ولادت کے وقت حضرت آمنہؓ کے پاس موجود تھی، میں نے اس وقت جس چیز کو بھی دیکھا اسے نور ہی نور پایا اور میں نے دیکھا کہ ستارے قریب ہوتے جارہے ہیں۔ بس جب حضرت محمدﷺ اس دنیا میں تشریف لائے تو اس نور سے گھر کے در و دیوار منور ہوگئے۔ ہر طرف نور ہی نور دکھائی دینے لگا۔ (سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۷۸)

حضورﷺ کے جسم اقدس پر پڑنے والی پہلی نظر کے حوالے سے سیدہ آمنہؓ بیان فرماتی ہیں: ”میں نے آپﷺ کی زیارت کی تو آپﷺ کے جسم اقدس کو چودھویں کے چاند کی طرح پایا جس سے ترو تازہ کستوری کے حلّے پھوٹ رہے تھے“۔ (سیوطی، الخصائص الکبریٰ، ۱: ۸۲)

مخدومہ کائنات سیدہ آمنہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضورﷺ اس کائنات ہست و بود میں جلوہ افروز ہوئے تو آپ کے لب مبارک متحرک تھے اور آپ شہادت توحید و رسالت کا اقرار و اعلان فرما رہے تھے۔ امام حسین بن محمد اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:

”جب حضور ﷺ بعد از ولادت زمین پر تشریف فرما ہوئے تو آپ نے اپنا سر انور اٹھایا اور فصیح زبان میں فرمایا اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں“۔ (تاریخ الخمیس، ۱: ۲۰۳)

الغرض ولادت باسعادت کی رات نور کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر پوری کائنات میں موجزن تھا، نوری اجرام جھک جھک کر اس نور میں اور اضافہ کررہے تھے اور فرشتے جھانک جھانک کر اپنے اشتیاق دید کا مظاہرہ کررہے تھے۔ پروردگار عالم نے اپنی شان کے لائق محبوب سبحانی ﷺ کی ولادت کا جشن منایا اور قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے اسے اپنی سنت قرار دیا۔

ماہ ربیع النور کے آغاز کے ساتھ ہی پورا عالم اسلام میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشی منانا اور استقبال ربیع الاول کی تیاریاں شروع کردیتا ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ حضور ﷺ کے اس مقدس مہینے کی خوشی منانا ماضی بعید اور قریب میں اسلامی معاشروں کا خاصہ رہی ہے۔

صدیوں سے اہل مکہ جشن میلاد النبی ﷺ مناتے رہے ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول کی رات ہر سال باقاعدہ مسجد حرام میں اجتماع ہوتا ہے۔ تمام علاقوں کے علماء، فقہاء اور گورنر چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہوجاتے ہیں ادائیگی نماز کے بعد سوق اللیل سے گزرتے ہوئے مولدالنبی ﷺ کی زیارت کے لیے جاتے ہیں۔ ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمعیں فانوس اور مشعلیں ہوتی ہیں۔ وہاں لوگوں کا کثیر اجتماع ہوتا ہے۔ (الاعلام اعلام بیت اللہ احرام، ۱۹۶)

ملا علی قاری لکھتے ہیں: ”اہل مدینہ (اللہ ان کو زیادہ کرے) اسی طرح محافل منعقد کرتے ہیں اور اس طرح کے امور بجا لاتے ہیں اور بادشاہ مظفر شاہ اس معاملے میں بہت زیادہ توجہ دینے والا اور حد سے زیادہ احترام کرنے والا تھا۔ جب عیسائی اپنے نبی کی شب ولادت کو بہت بڑے عشق کے طور پر مناتے ہیں تو اہل اسلام حضور نبی اکرم ﷺ کی تعظیم و توقیر کے زیادہ حقدار ہیں کہ آپ ﷺ کے یوم ولادت پر بے پناہ خوشی و مسرت کا اظہار کریں“۔ (ملا علی قاری، المورد الروی نبی مولد النبی: ۱۵، ۱۶)

اسی طرح اہل مصر اور شام بھی حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشیاں مناتے ہیں۔ ملا علی قاری مزید لکھتے ہیں: ”محافل میلاد کے اہتمام میں اہل مصر اور اہل شام سب سے آگے ہیں اور سلطان مصر ولادت باسعادت کی رات ہر سال محفل میلاد منعقد کرنے میں بلند مقام رکھتا ہے۔ فرمایا کہ میں ۷۸۵ء میں سلطان طاہر برقوق کے پاس میلاد کی رات قلعہ میں حاضر ہوا۔ وہاں وہ کچھ دیکھا کہ جس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا اور بہت زیادہ خوش کیا اور کوئی چیز مجھے بری نہ لگی۔ میں ساتھ ساتھ رکھتا گیا جو بادشاہ نے اس رات قراء، واعظین مبلغین، نعت خواں (شعراء) اور ان کے علاوہ کئی اور لوگوں بچوں اور مصروف خدا کو تقریباً دس ہزار مثقال سونا، خلعتیں، انواع و اقسام کے کھانے، مشروبات، خوشبوئیں، شمعیں اور دیگر چیزیں دیں جن کے باعث وہ اپنی معاشی حالت درست کرسکتے تھے“۔ (ملا علی قاری، المورد الروی فی مولد النبی ﷺ: ۱۳)

آپ مزید اپنی کتاب میں تحریر کرتے ہیں: بلاد ہند میں میلاد النبی ﷺ کی تقریبات جیسا کہ بلند پایہ نقاد، علماء اور اہل قلم حضرات نے مجھے بتایا ہے ہندوستان کے لوگ دوسرے ممالک کی نسبت بڑھ چڑھ کر ان مقدس اور بابرکت تقریبات کا انعقاد کرتے ہیں اور عجم میں جونہی اس ماہ مقدس اور بابرکت مہینے کا آغاز ہوتا لوگ عظیم الشان محافل کا اہتمام کرتے جن میں قراء حضرات اور عوام و خواص میں فقراء ان لوگوں کے لیے انواع و اقسام کے کھانوں کا اہتمام کیا جاتا۔ مولود شریف پڑھا جاتا اور مسلسل قرآن مجید کی تلاوت کی جاتی، بآواز بلند نعتیہ ترانے پڑھے جاتے اور فرحت و استنباط کا متعدد طریقوں سے اظہار کیا جاتا“۔ (ملا علی قاری)

الغرض تمام بلادِ اسلام اور مسلمان حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا جشن مناتے رہے ہیں اور تحدیثِ نعمت کے طور پر شکر بجا لاتے رہے ہیں۔ استقبال ربیع الاول اور میلاد النبی ﷺ کی متبرک تقریبات میں حسن صورت و سیرت مصطفی ﷺ کے تذکرے تو ہوتے ہی ہیں مگر آپ ﷺ کی کثیر الجہت شانوں کا تذکرہ اہل ایمان کے دلوں میں عشق و محبت کی شمعیں روشن کردیتا ہے۔ یقیناً میلاد النبی ﷺ کا منانا ایمان کو جلا بخشتا ہے۔ لہذا امت محمدی ﷺ سے تعلق رکھنے والے ہر فرد کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے نبی ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی اس انداز سے منائے کہ قلب و روح اس خوشی کے احساس سے شاداں ہوجائے۔ ☆☆☆☆☆

نبی آخرالزماں ﷺ اخلاق کریمہ کے بلند ترین درجہ پر فائز ہیں

اللہ کے رسول ﷺ نفس نہیں خدا کے حکم کے ماتحت تھے: شیخ ابن عطار

بشری صفات کے علاوہ ذات محمد ﷺ الوہی اخلاق کی حامل تھی

ایمن سہیل

سیرت مبارکہ کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ نبی محترم و اکرم خلق عظیم کے اس اعلیٰ ترین منصب پر متمکن تھے کہ جس کی نظیر تمام عالم میں نہیں مل سکتی۔ آپ کے عمدہ ترین اخلاق کا تعارف قرآن مجید میں پروردگار یوں کروا رہے ہیں کہ

وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ. (القلم، ۶۸:۴)

''اور بے شک آپ عظیم الشان خلق پر قائم ہیں (یعنی آدابِ قرآنی سے مزّین اور اَخلاقِ اِلٰہیہ سے متّصف ہیں)''۔

آپ ﷺ بنی نوع انسان میں اعلیٰ و ارفع اور پاکیزہ و مقدس ترین انسان تھے آپ ﷺ کی ذات مبارکہ ''اخلاق عالیہ'' کا ایسا پیکر تھی کہ حضرت عائشہ سے جب آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ

فان خلق نبیؐ الله کان القرآن.

''آپ کے اخلاق قرآن کریم ہیں''۔

یعنی کہ آپ ﷺ کا عمل سراسر قرآنی احکامات کے مطابق ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جس کام سے آپکو منع فرماتے ہیں وہ کام آپ سے کبھی سرزد نہیں ہوا کیونکہ آپ کا نفسِ مبارک ''فطرت سلیمہ'' کی اعلیٰ ترین کیفیات کا حامل تھا۔ بشری صفات کے علاوہ ذات محمدی ﷺ الوہی اخلاق کی حامل تھی اور یہ اللہ تعالیٰ کا آپ پر خاص کرم تھا اور اسی وجہ سے آپ کے اخلاق کو ''خلق عظیم'' کہا گیا ہے۔

آپ ﷺ نے اپنی امت کو بھی اعلیٰ اخلاق اپنانے کی تعلیم دی جیسا کہ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ''حضور ﷺ نے فرمایا: تم میں سے وہی شخص مجھے زیادہ محبوب ہے اور قیامت کے دن وہی میری مجلس کے زیادہ قریب ہوگا جس کے اخلاق بہتر ہوں گے اور تم میں سے وہ شخص مجھے ناپسند ہے اور وہی قیامت کے دن میری محفل سے دور ہوگا جو زیادہ باتیں کرتا ہو۔ گلہ پھاڑ کر لمبی گفتگو کرے اور متکبر بھی ہو''۔

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری صاحب اپنی کتاب ''حسن اخلاق'' میں تحریر کرتے ہیں کہ

''آپ کے لیے خلق عظیم کا جو لفظ قرآن پاک میں آیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ اپنے باطن میں مشاہدہ حق کی حلاوت محسوس کرتے تھے اور آپ نے دوسرے پیغمبروں سے زیادہ خدا کی نعمتوں کو قبول کرکے ان سے فائدہ اٹھایا۔ اسی لیے تو اقبالؒ بے ساختہ کہہ اٹھے:

حسن یوسف، دم عیسیٰ، ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

شیخ ابن عطار کے مطابق خلق عظیم کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کو اختیار حاصل نہیں تھا آپ نے اپنے نفس اور خواہشات کو فنا کردیا تھا اور آپ خدا کے حکم کے ماتحت تھے اور اس طرح آپ اخلاق خداوندی کے ساتھ متصف ہوتے ہوئے ذات حق تک پہنچ گئے آپ سے تمام دنیوی لذتوں اور خواہشات کو ترک کرادیا گیا۔

خوف خدا ایک ایسا چراغ ہے جس میں نیکی اور بدی صاف نظر آتی ہے

حضرت عائشہؓ کی ایک روایت کے مطابق حضورﷺ نے فرمایا کہ شریفانہ اخلاق دس ہیں جیسا کہ ا۔ سچ بولنا،۲۔ دنیا سے قطعی ناامیدی رکھنا، ۳۔ سائل پر بخشش کرنا،۴۔ پڑوسی یا دوست کا ہر طرح سے خیال رکھنا، ۵۔احسانات کا بدلہ دینا، ۶۔امانت داری، ۷۔صلہ رحمی، ۸۔حقوق ادا کرنا، ۹۔مہمان نوازی، ۱۰۔حیا داری

روایت کے مطابق جب نبی محترمﷺ نے معاذ بن جبلؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو اسے اخلاق کی ہدایت فرمائی کہ

''اے معاذ میں تمہیں ہدایت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو، عہدو پیمان کو پورا کرو، امانت ادا کرو، خیانت چھوڑ دو، پڑوسیوں کی حفاظت کرو، یتیم پر رحم کرو، نرم گفتگو کرو، سلام کو پھیلاؤ، اچھے کام کرو، امیدیں کم رکھو، حساب سے ڈرو، تواضع کرو، کسی شریف اور بردبار آدمی کو گالی دینے سے گریز کرو، سچے انسان کو جھٹلانے سے پرہیز کرو، کسی گناہ گار سے کوئی توقع نہ رکھو، انصاف پسند حاکم کی نافرمانی نہ کرو، زمین میں فتنہ نہ پھیلاؤ، میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ہر پتھر، مٹی یا درخت پر سے گزرتے ہوئے اللہ سے ڈرو، ہر گناہ سے توبہ کرو، اگر گناہ پوشیدہ تو توبہ بھی پوشیدہ کرو اور اگر گناہ اعلانیہ ہو تو تم اعلانیہ توبہ کرو۔

اسی طرح حضرت معاذؓ سے یہ روایت ہے کہ

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ حضورﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کوئی چیز جو حساب کے ترازو میں رکھی جائے گی، حسن اخلاق سے زیادہ بھاری نہیں ہوگی۔

ان تمام روایات سے یہ ثابت ہوا کہ ہر انسان کی زندگی میں حسن اخلاق کی بہت زیادہ اہمیت ہے اور جب ایک انسان میں مذکورہ تمام صفات مجتمع کردی جائیں تو وہ اخلاق کا مکمل ضابطہ بن جاتا ہے۔ کیونکہ نیک لوگوں کا دائرہ کار، صداقت، امانت، دیانت، شجاعت، سخاوت، صبرو اعتدال، ایثار حیا، وفائے عہد، اخوت و محبت پر مشتمل ہے اور ایک سچے مسلمان میں ان سب صفات کو کچھ یوں سمودیا جاتا ہے جسے پھول میں خوشبو، نبی محترمﷺ کی ذات مبارکہ ان تمام صفات کا مرقع تھی۔ آپ کی سخاوت بے پایاں تھی۔ آپ کا پیکر سب سے حسین اور آپ کے اخلاق سب سے بڑھ کر تھے۔ آپ کی معاشرت سب سے بہتر تھی اور آپ اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے۔ لیکن جب حرمتوں کو پامال کیا جاتا تو اس وقت آپ کے جلال کے سامنے کوئی چیز نہ ٹھہر سکتی۔ آپ لوگوں میں سب سے زیادہ متواضع تھے، گھر والوں کی ضروریات خود پوری کرتے۔ کمزوروں کے ساتھ نرمی سے پیش آتے۔ آپ حیا میں بلند مقام رکھتے تھے۔ کھانے میں کبھی عیب نہ نکالتے، ہدیہ قبول کر لیتے تھے مگر صدقہ قبول نہ کرتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے جوتا مرمت کر لیتے، پھٹے ہوئے کپڑے خود سی لیتے، مریض کی عیادت کرتے اور امیر و غریب کی دعوت قبول کر لیتے۔ آپ کے پاس دنیاوی ساز و سامان بہت کم تھا۔ آپ کثرت سے ذکر کرنے والے اور ہمیشہ غور و فکر کرنے والے تھے۔ آپ کی ہنسی اکثر اوقات صرف تبسم ہوتا۔ آپ خوش طبع تھے اپنے اصحاب کی تالیفِ قلب فرماتے اور قبیلے کے سرداروں کی عزت کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرمﷺ سے دریافت کیا گیا: وہ کون سے اعمال ہیں جن کی بدولت اکثر لوگ جنت میں داخل ہوں گے تو آپ نے فرمایا: ''تقویٰ اور حسن اخلاق''۔

سیرت النبیﷺ کا مطالعہ قاری کو صرف تاریخی واقعات و حالات سے آگاہی نہیں دیتا بلکہ قاری کو اسلامی حقائق کے اصول و ضوابط اور احکام کو سمجھنے کا شعور بھی بخشتا ہے اور نبی محترمﷺ کی حیات مبارکہ کو عملی شکل میں دیکھنے کا موقع فراہم کرتا ہے اور پھر ان پر عمل کرنے کی توفیق بھی ملتی ہے کیونکہ آپ کی شخصیت مبارکہ تمام مذکورہ صفات کا مظہر تھی اور اسلامی حقائق کی کامل ترین شکل رسول اللہ کے احوال اور حیات طیبہ کا مطالعہ نہ صرف آپ کی نبوی حیثیت کی شناخت میں مدد دیتا ہے بلکہ عقیدہ و احکام کے ساتھ ساتھ اخلاق سے متعلق صحیح اسلامی تعلیمات بھی میسر آتی ہیں۔ اس داعی اعظم اور معلم اخلاق کے طریقہ ہائے تعلیم و تربیت مسلمانوں کے لیے مشعل راہ اور نفع بخش ہیں کیونکہ آپﷺ کی صفات نفس کا ظہور اس لیے ہوا کہ امت کی اصلاح ہوسکے جیسا کہ نبیﷺ اکرم نے فرمایا کہ خدا کے پاس اخلاق کا خزانہ جمع ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے یہ خزانہ عنایت فرماتا ہے اور یوں عبد اپنے معبود کے خلق کا مظہر بن کر الوہی خلق کا پیکر بن جاتا ہے اور پھر وہ خلق عظیم کے اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہوجاتا ہے۔☆☆☆

"مشرق سے ہو بیزار نہ مغرب سے حذر کر"

حکیم الامت کی مشرق و مغرب کے منفی و مثبت پہلوؤں پر یکساں نظر تھی

اقبالؒ علم و ہنر اور عشق مصطفی ﷺ سے امت کا زوال کمال میں بدلنے کے داعی تھے

حلیمہ سعدیہ

اقبال ایک ہمہ گیر شخصیت کے مالک تھے اور مختلف حیثیتوں میں اقبال کی فکر کو جو کمال حاصل ہوا اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ایسی ہمہ گیر شخصیت کے حوالے سے یہ خیال کرنا کہ اقبال کو مغربی تہذیب میں کوئی خوبی نظر نہیں آتی، درست نہیں کیونکہ اقبال کی فکر میں مغرب کے حوالے سے بھی جو پختگی تھی وہ ہرکس و ناکس کے بس کی بات نہیں اور یہ فکری گہرائی اقبال ہی کا خاصہ ہے۔ اقبال نے تہذیبِ مغرب کے صرف ان پہلوؤں پر ہی تنقید کی جن کو وہ مسلمانوں اور مسلمان معاشرے کے لیے نقصان دہ سمجھتے تھے۔

جہاں تک مغربی تہذیب کی عمدہ خصوصیات کا تعلق ہے تو اقبال نہ صرف ان عمدہ خصائل کی تعریف کرتے ہیں بلکہ مسلمانوں کو ترقی کی راہ میں معاون ثابت ہونے والی ان خصوصیات کو اپنانے کی تلقین بھی کرتے ہیں:

مشرق سے ہو بیزار نہ مغرب سے حذر کر
فطرت کا اشارہ ہے کہ ہر شب کو سحر کر

(محمد اقبال، ڈاکٹر، ضرب کلیم، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، طبع بست و دوم مارچ 1984ء، ص109)

اقبال نے مشرق و مغرب کے علوم کا مطالعہ کر رکھا تھا اور مشرقی و مغربی تہذیب کے منفی و مثبت دونوں پہلوؤں پر عالمانہ بصیرت کے حامل تھے جبکہ اقبال کے زمانے میں ہندوستان میں سیاسی اور معاشرتی لحاظ سے جو بدامنی تھی اور ہندوستانی عوام کی جو مایوسانہ حالت تھی اس ماحول میں بعض لوگ تو ایسے تھے جو مغربی معاشرے کی ہر بات کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور قدامت پسندوں کے اس طبقے کے افراد اس بات سے قطع نظر کہ ان کی تہذیب کے ہر پہلو پر فخر کرتے تھے اور دوسرا طبقہ ایسے افراد پر مشتمل تھا کہ جو اپنے آپ کو روشن خیال سمجھتے ہوئے مغرب کی اندھی تقلید کو اپنی زندگی کا مقصد سمجھتے تھے۔

خاص طور پر یورپ سے مرعوب ہوکر لوٹنے والے حضرات جب اپنے وطن کا مقابلہ یورپی ممالک سے کرتے اور وہاں کے رہن سہن اور طرز معاشرت کو دیکھتے تو انہیں اپنی تہذیب سے نفرت ہوجاتی۔ ان کی نظر مغربی تہذیب کے ظاہری اور روشن پہلوؤں پر تو پڑتی لیکن اس کے تاریک باطن پر ان کی نظر نہ جاتی اس تکلیف دہ صورت حال سے اقبال بخوبی آگاہ تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے مغربی تہذیب کی بے جا تقلید سے مسلمانوں کو بچانے کی بھرپور کوشش کی اور یہ حقیقت ان پر واضح کی کہ ان کی ترقی کا راز تو اس علم و ہنر کی فراوانی اور سائنسی ترقی میں تھا جس کی طرف اقبال کے ہم وطنوں نے توجہ ہی نہ کی تھی۔

اقبال کا یہ احساس شدت اختیار کرتا جارہا تھا کہ تمام عالم اسلام یورپی اقوام کی ہوس ملک گیری کا شکار ہورہا تھا۔ اقبال نے محسوس کیا کہ کمزور اقوام کو لوٹنا اور انہیں غلام بنانا مغربی تہذیب کا خاصہ ہے چنانچہ اقبال نے مسلمانوں کی اس دور میں جو ذہنی کیفیت تھی اس کے پیش نظر ضروری سمجھا کہ مغربی تہذیب کی اندھی تقلید سے مسلمانوں کو جو نقصان پہنچ رہا تھا اس کا سدباب کیا جائے۔ اسی مقصد کے تحت اقبال نے مغربی تہذیب کی خامیوں سے مسلمانانِ ہند کو آگاہ کیا بلکہ نہ صرف ہندوستانی عوام کو ہی متنبہ کیا بلکہ سید عبدالواحد معینی کے الفاظ میں:

''انہوں نے باآواز بلند یورپ کو بتایا کہ جس تمدن کو وہ ترقی کی معراج تصور کررہا ہے وہ دراصل ترقی نہیں بلکہ ایک قریب المرگ مریض کا ہذیان ہے''۔

(سید عبدالواحد معینی، نقش اقبال، آئینہ ادب لاہور، بار اول 1969ء، ص 24)

اقبال نے قیام یورپ کے دوران ہی یہ کہنا شروع کردیا کہ:

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

(محمد اقبال، ڈاکٹر، بانگ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، طبع سی نہم، 1982ء، ص141)

درحقیقت مغربی اقوام اور افراد کا نصب العین مادی ترقی تھا۔ جبکہ اقبال کے نزدیک مذہب اور عمدہ اقدار و روایات کی پاسداری نہایت اہم امر ہے۔ اس لیے اقبال نے مغربی تہذیب کی مادیت پرستی پر تنقید کی اور مسلمانوں کی مادیت پرستی کے رجحان سے بچنے کی تلقین کی۔

مغربی تہذیب و تمدن اس قدر مہلک خامیوں کا شکار ہو چکا تھا کہ اس کی تباہی یقینی تھی۔ ان اقوام کو جب اقبال نے انسانی ہلاکت اور تباہی کے راستہ پر اس قوتِ ارادی سے گامزن دیکھا تو انہوں نے اپنے خدشات سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا شروع کردیا اور کہا:

پیرِ میخانہ یہ کہتا ہے کہ ایوانِ فرنگ
سست بنیادی بھی ہے آئینہ دیوار بھی ہے

(محمد اقبال، ڈاکٹر، بال جبریل، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، طبع بست و ششم، مارچ 1984ء، ص64)

اور مغرب جس تباہی کی طرف بڑھ رہا تھا اس کی نشان دہی یوں کی:

خبر ملی ہے خدایانِ بحر و بر سے مجھے
فرنگ رہگذر سیلِ بے پناہ میں ہے

(محمد اقبال، ڈاکٹر، بال جبریل، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، طبع بست و ششم، مارچ 1984ء، ص69)

مسلمان ممالک خصوصاً ترکی، ایران، مصر، حجاز، فلسطین، مراکش، تیونس، لیبیا، سوڈان، عراق اور شام وغیرہ اہل فرنگ کی نگاہ میں خار بن کر کھٹکتے تھے۔ ایک ایسی تہذیب جس نے سائنسی ایجادات کی گود میں آنکھ کھولی تھی اور جس نے اپنے ملکوں میں آزادی جمہوریت اور فرد کی خوشحالی کو اپنا نصب العین قرار دے رکھا تھا۔ جب دنیا کے دوسرے ممالک میں پہنچی تو اس نے حتی المقدور ان کی تہذیبوں کو مسخ کرنے کی کوشش کی۔

محکوم ممالک کو اس کے پنجۂ تسلط سے خود کو چھڑانا مشکل ہوگیا مسلم ممالک خاص طور پر اس کا ہدف تھے۔ اقبال کی نظروں سے یہ سب واقعات اوجھل نہ تھے۔ اس لیے انہوں نے یورپی تہذیب کے کمزور پہلوؤں کو اور اس کی خامیوں کو بیان کیا۔

مشرقی اقوام نے جب یورپ کی کورانہ تقلید میں اپنی سیاہ بختی کا حل تلاش کرنا چاہا تو اقبال کو یہ دیکھ کر شدید رنج ہوا اور انہوں نے اقوام مشرق کو اس طرح تنبیہ کی:

یہ حوریانِ فرنگی دل و نظر کا حجاب
بہشت مغربیاں جلوہ ہائے پا بہ رکاب
دل و نظر کا سفینہ سنبھال کر لے جا
مہ و ستارہ ہیں بحرِ وجود میں گرداب

((محمد اقبال، ڈاکٹر، بال جبریل، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، طبع بست وششم، مارچ 1984ء، ص36)

اقبال کے نزدیک مغربی تہذیب کی ایک بڑی خامی مادیت پرستی تھی اقبال سمجھتے تھے کہ اہلِ یورپ مادی زندگی کی لذتوں میں ایسے منہمک ہوچکے ہیں کہ انسانی اخلاقی اور روحانی اقدار کی کوئی قدر و قیمت نہ رہی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مغربی تہذیب میں وہ اعتدال و توازن اور ہم آہنگی قائم نہ رہ سکی جو ایک صحت مند معاشرے کے لیے ضروری ہے۔ اقبال کا عقیدہ یہ تھا کہ خالص مادیت کی بنیادوں پر کسی تہذیب کو استحکام نصیب نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ اقبال مغربی تہذیب پر یوں چوٹ کرتے ہیں:

یورپ میں بہت روشنی علم و ہنر ہے
حق یہ ہے کہ چشمہ حیواں ہے یہ ظلمات
یہ علم یہ حکمت یہ تدبر یہ حکومت
پیتے ہیں لہو دیتے ہیں تعلیم مساوات
بے کاری و عریانی و میخواری و افلاس
کیا کم ہیں فرنگی مدنیت کے فتوحات

(محمد اقبال، ڈاکٹر، بال جبریل، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، طبع بست وششم، مارچ 1984ء، ص107، 108)

مشرق و مغرب کی تہذیبوں کے بغور مشاہدے کے بعد اقبال کا ذہن اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ مشرق میں ان محرکاتِ حیات کی کمی ہے جو انسانوں کو تیزی کے ساتھ منزلِ مقصود تک لے جائیں اور مغرب میں محرکاتِ حیات تو موجود ہیں لیکن بے مقصدی کے باعث منزل کا پتہ نہیں۔ گویا مشرق میں ساقی نہیں اور مغرب کی صہبا بے مزہ ہے:

بہت دیکھے ہیں میں نے مشرق و مغرب کے میخانے
یہاں ساقی نہیں پیدا وہاں بے ذوق ہے صہبا

(محمد اقبال، ڈاکٹر، بال جبریل، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، طبع بست وششم، مارچ 1984ء، ص23)

درحقیقت اقبال کے فکر کی بنیادی نقطہ بنی نوعِ انسان کی فلاح و بہبود تھا اور اس فلاح کے لیے وہ احترامِ آدمیت کو ضروری خیال کرتے تھے۔ جہاں کوئی اس بنیادی اصول سے کنارہ کش ہوکر تذلیلِ انسانیت کرتا اقبال اس نظام کے خلاف آواز بلند کرتے تھے۔ چنانچہ اقبال نے مغرب پر تنقید کی اس حوالے سے سید عبدالواحد معینی فرماتے ہیں:

"اقبال نے مغرب پر تنقید تو کی ہے مگر یہ تنقید مغرب کی انسانیت کش قومیت، استعماریت اور نسلی امتیاز کے خلاف تھی لیکن اسی کے ساتھ انہوں نے یورپ کے علوم میں ترقی اور دیگر خوبیوں کو سراہا بھی ہے"۔

(عبدالواحد معینی، سید، نقش اقبال، آئینہ ادب لاہور، بار اول، 1969ء، ص 28)

مجموعی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اقبال مغرب کی سطحی رسمی اور کورانہ تقلید کے مخالف ہیں لیکن مغربی تہذیب کے عمدہ خصائل کو اپنانے اور ان سے فائدہ اٹھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ اس کے علاوہ یورپی علم و ہنر نے اہل فرنگ کی تمدنی زندگی کو جو ظاہری صفائی اور سلیقہ مندی عطا کی ہے اقبال اس کو بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

اہل یورپ کے وہ مثبت اصول جن پر کار بند رہ کر انہوں نے ترقی حاصل کی ان اصولوں کو اقبال درحقیقت اسلامی اصول گردانتے ہیں اور انہوں نے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ یہی وہ اسلامی خوبیاں ہیں جن کو اہلِ فرنگ نے تو اپنایا مگر ان سے ہم مسلمان محروم ہیں۔

☆☆☆☆☆

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر......اورتم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

حکیم الامت رح نے کلام کیلئے قرآن سے رہنمائی لی

اقبالؒ کی شاعری سے نوجوانوں کی خوابیدہ روحانی صلاحیتیں بیدار ہوئیں

سمیہ اسلام

علامہ محمد اقبال، جو تقریباً پون صدی کا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی پاکستان قوم کے فکر و خیال پر اور اسی طرح چھائے ہوئے ہیں۔ علامہ اقبال سب سے زیادہ زیر بحث آنے والے شاعر ہیں۔ وہ اپنی شاعری سے محض ہمارے دلوں کو نہیں گرماتے ذہنوں کو بھی بیدار کرتے ہیں اور وہ محض شاعر نہیں تھے بلکہ اس قوم کے سب سے بڑے فکری رہنما کا درجہ رکھتے ہیں جس قدر ان کے فلسفیانہ خیالات پر آراء پیش کی جاتی ہیں یا ان کے شاعرانہ کلام پر جتنی گفتگو ہوتی ہے۔ اسے سامنے رکھیں تو معلوم ہوگا ہمارے ادبی منظر کا کوئی دوسرا شاعر ان کے مقابلے میں کھڑا نہیں ہوسکتا۔ بھارت میں بھی اقبال کو ابوالکلام سے زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ ان کے کلام کا زیادہ حصہ فارسی زبان میں ہے۔ ایران کی یونیورسٹیوں میں اگر کسی غیر ایرانی شاعر پر سب سے زیادہ کام ہوا ہے تو وہ شاعر مشرق ہیں۔ علامہ کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ وہ بیسویں صدی میں پوری مسلم امہ کے روشن ضمیر کا درجہ رکھتے تھے تو غلط نہ ہوگا۔

شاعر مشرق، حکیم الامت، حضرت علامہ اقبالؒ کا پیغام صرف اتنا ہے کہ ہم مسلمان اپنی کھوئی ہوئی دولت یعنی قرآنِ پاک کو اپنے سینوں سے لگالیں تو ہمارا زوال عروج میں بدل سکتا ہے۔ ایک جگہ تو باقاعدہ انہیں الفاظ کے ساتھ فرمایا کہ :۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

بلاشبہ اقبال نے اپنی بیشتر شاعری کو مسلمانوں کیلئے قرآن کی تعلیمات سے آگاہی کا ایک موثر ذریعہ بنایا اور اپنے پراثر اشعار کے ذریعے مسلمانوں کو قرآنی تعلیمات سے بڑے احسن اور دلنشین انداز میں روشناس کروایا۔ اقبال نے قرآن کے آفاقی پیغام کو ہوبہو اپنے شعروں کے قالب میں ڈھال کر من وعن اسی طرح بیان کر دیا۔ قرآنی پیغام پر مبنی شاعری نے نہ صرف عام مسلمانوں میں جذبہ ایمانی کی نئی روح پھونک دی بلکہ قرآنی تعلیمات کے بیان نے ان کی شاعری میں ایک ایسی لازوال شادابی و آفاقیت پیدا کر دی کہ ایک صدی سے زیادہ کا عرصہ گزر جانے کے باوجود ان کا یہ کلام تروتازہ و شاداب ہے۔ درج ذیل چند اشعار علامہ اقبال کی جانب سے قرآنی آیات کو نثری پیرائے سے ہوبہو شعری اسلوب میں ڈھال کر بیان کرنے کی عکاسی کرتے ہیں۔

آج بھی اقبال کا پیغامِ حرکت و انقلاب کا باعث بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ دنیا بھر میں آج بھی علامہ اقبال سے روشنی حاصل کرنے والے لوگ، ممالک اور دانشور موجود ہیں

علامہ اقبال نے اپنے کلام کے لئے ہمیشہ قرآن سے رہنمائی لی ہے۔اس بارے میں علامہ فرماتے ہیں کہ مجھے قیامت میں خوار اور رسوا کیا جائے اگر میں قرآن کے علاوہ کچھ اور کہوں تو مجھے ختم کر دیا جائے اور قوم کو میرے شر سے محفوظ رکھا جائے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اتنی بڑی گزارش اقبال جیسا مردِ قلندر ہی کر سکتا ہے

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتے ہیں:

إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى لِلْعَالَمِينَ. آل عمران ۳:۹۶)

بے شک سب سے پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کیلئے مقرر ہوا وہ ہے جو مکہ میں ہے، برکت والا اور سارے جہانوں کے لئے ہدایت۔

علامہ اقبال یہی بات اپنے کلام میں اس طرح کہتے ہیں:

دنیا کے بتکدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

قرآن پاک فرماتا ہے:

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ. (النساء:۸۲)

کیا وہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے۔

علامہ اقبال اسی پیغام کو اپنے شعر کی صورت میں یوں بیان کرتے ہیں:

کبھی اے نوجوان مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا

ہمیں خوب جان لینا چاہیے کہ ہماری آج کی زبوں حالی کی وجہ اقبالؒ کے پیغام ہی کو تو فراموش کرنا ہے، جو سراسر قرآنی تعلیمات پر مبنی ہے۔ علامہ اقبال نے اپنے کلام کے لئے ہمیشہ قرآن سے رہنمائی لی ہے۔اس بارے میں علامہ فرماتے ہیں کہ مجھے قیامت میں خوار اور رسوا کیا جائے ،اگر میں قرآن کے علاوہ کچھ اور کہوں تو مجھے ختم کر دیا جائے اور قوم کو میرے شر سے محفوظ رکھا جائے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اتنی بڑی گزارش اقبال جیسا مردِ قلندر ہی کر سکتا ہے۔

تیرہویں صدی عیسوی میں ہلاکو خان نے بغداد کو تباہ و برباد کردیا ۔ پندرھویں صدی عیسوی میں عظیم اندلس سے مسلمانوں کو نکال دیا گیا ۔ اور پھر انیسویں صدی میں ہندوستان میں بھی مسلمانوں کی عظیم سلطنت کا خاتمہ ہوگیا ۔ اور اسی طرح بغداد ، پھر غرناطہ اور پھر دہلی میں یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے عروج کا سورج غروب ہوا تو امتِ مسلمہ میں ایک نہ ختم ہونے والی مایوسی کی لہر دوڑ گئی۔ الغرض مسلمان اکیسویں صدی میں ہر سطح پر خواہ ریاستی سطح ہو یا معاشی،علمی سطح ہو یا عملی، کسی بھی طور پر مضبوط نہیں۔ ایک اور المیہ یہ ہے کہ کوئی اصلاحی صورت بھی نظر نہیں آتی۔

ایسے وقت میں جس شخصیت نے نوجوان نسل کو تدبر وفکر کی دعوت دیتے ہوئے اسلام اور مغربی تہذیب کا موازنہ پیش کیا وہ اقبالؒ ہی تھے جنہوں نے مغربی تہذیب اور اسلامی تہذیب کا بار بار موازنہ پیش کرتے ہوئے مسلمانوں کو بیدار کیا تاکہ وہ خود کو پہچان سکیں۔

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

اقبال نے آل انڈیا مسلم کانفرنس کے سالانہ اجلاس 21مارچ 1932ء میں خطاب کرتے ہوئے نوجوانوں کے بارے میں کہا۔

"میں ہندوستان کے تمام بڑے شہروں میں خواتین اورلڑکوں کے ثقافتی ادارے تشکیل دینے کی تجویز پیش کرتا ہوں جن کا سیاست سے تعلق نہ ہو۔ ان کا بڑا مقصد نوجوانوں کی خوابیدہ روحانی صلاحیتوں کو بیدار کرنا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اُن کو آگاہ کیا جائے کہ اسلام نے انسانی ثقافتی

اور مذہبی تاریخ میں کیا کارنامے انجام دیے اور مستقبل میں مزید کیا امکانات ہوسکتے ہیں۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو علامہ اقبال نوجوان نسل کو جمود کے دور سے نکل کر آگے بڑھنے کے لیے انگیخت کرتے ہیں۔ علامہ اقبال نے اپنے زمانے کے جمود کا ذکر کرتے ہوئے نوجوان نسل کو تبدیلی اور ارتقاء میں اپنا کردار ادا کرنے کی طرف راغب کیا ہے۔مغرب میں آنے والی تیز رفتار تبدیلیوں اور اپنے ہاں کے جمہود پروہ اظہارِرنج کرتے ہیں۔حقیقت یہ ہے کہ نئے معرکوں کی سکت جوانوں میں ہی ہوتی ہے وہی جرأت مندی کا مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ وہ تبدیلی کونسبتاً جلد قبول کرتے ہیں۔علامہ اقبال کی شاعری میں ہمیں اس بات کا بڑا واضح پیغام ملتا ہے کہ انسان مادی علم کی حدوں سے نکل کر چیزوں کی معنویت اورروحانیت پر بھی غور کرے۔

اُدھر اقبال کی فکر کا خورشیدِ روشن، ادھر تاریک راتوں میں کھڑے ہم، ادھر کلمہ توحید کا اقبالی مفہوم، الحاد و بدعت کی دلدل میں پھنسے ہم،اُدھر اقبال کا پیغامِ اتحاد ، اِدھرفرقہ بندی اور ذاتیں، اُدھر پیامِ مشرق ، اِدھر تہذیبِ مغرب ،اُدھر بانگِ درا، اِدھر مرضِ لادوا، اُدھر بالِ جبریل۔

آج بھی اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم علامہ اقبال کی اس تجویز پر صدق دل سے عمل کریں تاکہ نوجوانوں کا قبلہ درست ہوسکے اور وہ مایوسی سے باہر نکل سکیں۔اقبال نے اپنی نظم میں ایک نوجوان کے نام میں نوجوانوں کو اپنے اندر عقابی روح اور شاہین جیسی خصوصیات پیدا کرنے کی تلقین کی۔

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے اُن کو اپنی منزل آسمانوں میں

اقبال نے نوجوانوں کو پیغام دیا کہ وہ ہر لحاظ سے مکمل انسان بننے کی کوشش کریں اور اپنے آپ کو اُن اوصاف سے آراستہ کرلیں جو خود اُن کی نشوونما و ترقی کے لیے ضروری ہیں اور جو عظیم قوم کی تعمیر وتشکیل کے لیے معاون بن سکتی ہیں۔ اقبال کا مثالی نوجوان خود دار، تعلیم یافتہ، یقین محکم اورعمل پیہم کی خوبیوں کا حامل نوجوان ہے۔

اقبال کی شخصیت سرحدوں سے ماورا ہے۔وہ ایک عالمی سرمائے کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ہم اگر ان سے محروم رہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ان کا پیغام دنیا کی کسی دوسری قوم کے لیے تحرک بخش نہیں ہوسکتا۔ آج بھی اقبال کا پیغامِ حرکت و انقلاب کا باعث بننے کی صلاحیت رکھتا ہے ۔دنیا بھر میں آج بھی علامہ اقبال سے روشنی حاصل کرنے والے لوگ، ممالک اوردانشور موجود ہیں لیکن پاکستان میں اس حوالے سے صورت حال افسوس ناک ہے۔خاص طور پر اس حوالے سے کہ ہم رجعت پسند قوتوں اور افراد کے زیر اثر اپنا بہت سا نقصان کر چکے ہیں۔ہمیں ترقی و ارتقاء کے لیے اولاً قرآن مجید نے حضور نبی اکرم ﷺ پھر ثانیاً پیامبر شعراء، ادباء اور مفکرین کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہے جن میں اقبال یقینی طور پر بہت نمایاں ہیں۔

اقبال نے نوجوانوں کو پیغام دیا کہ وہ ہر لحاظ سے مکمل انسان بننے کی کوشش کریں، اپنے آپ کو اُن اوصاف سے آراستہ کرلیں جو خود اُن کی نشوونما و ترقی کے لیے ضروری ہیں اور جو عظیم قوم کی تعمیر و تشکیل کے لیے معاون بن سکتی ہیں۔ اقبال کا مثالی نوجوان خود دار، تعلیم یافتہ، یقین محکم اور عمل پیہم کی خوبیوں کا حامل نوجوان ہے

☆☆☆☆☆

تعزیت

محترمہ فروا تصدق صدر ویمن لیگ دیپالپور اور محترمہ نور صفیہ صدر ویمن لیگ PP-94 گوجرانوالہ کی والدہ قضائے الٰہی سے وفات پاگئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

(منہاج القرآن ویمن لیگ)

آپ کی صحت

کم مقدار میں کھانا اچھی صحت کی ضمانت ہے

آپ ﷺ نے اچھی صحت کا نسخہ کیمیا بتایا کہ پرہیز علاج سے بہتر ہے

کھاؤ، پیو اور حد سے نہ بڑھو

وشاء وحید

کھانے پینے میں اعتدال کی راہ کیا ہے اور ہمارے لیے صحیح طریقہ کیا ہے سائنس نے تو کئی سالوں کی تحقیق کے بعد بتایا ہے مگر حضور ﷺ نے اپنے طرز حیات سے یہ راز بہت پہلے ہی ہم پر واضح کر دیا تھا۔ اب یہ ہم پہ تھا کہ ہم اپنے نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کر کے صحت مند زندگی چنتے ہیں یا اپنے نفس کی غلامی کر کے بیماری والی زندگی۔

قرآن مجید کے اندر صحت کے بارے میں حکم:

وَّ کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا. (الاعراف،۳۱:۷)

''اور کھاؤ اور پیو اور حد سے زیادہ خرچ نہ کرو''۔

حضور ﷺ کا صحت کے متعلق فرمان:

حضور ﷺ نے صحت کے متعلق ہمیں تین باتیں سمجھائی ہیں:

۱۔ پہلی بات یہ فرمائی کہ معدہ تمام بیماریوں کی جڑ ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ فرمائی تم معدہ کو وہی دو جس کی معدہ کو ضرورت ہے۔

۳۔ تیسری بات یہ فرمائی کہ پرہیز علاج سے بہتر ہے۔

یہ تین اصول ایسے بیان فرمائے کہ اگر ہم ان کو اپنالیں تو ہمارے لیے آسانی ہوجائے گی۔

آپ ﷺ اور صحابہؓ کا معمول:

نبی کریم ﷺ اور صحابہؓ حضرات کا معمول یہ تھا کہ وہ دو دو دن تین تین دن بلکہ کتنے کتنے دن کھانا ہی نہیں کھاتے تھے۔ لیکن آج کل یہ واضح ہے کہ ہم اتنی جسمانی اور ایمانی قوت نہیں رکھتے کہ ہم ایسا کر سکیں اس لیے ہمیں جو کرنا ہے وہ اپنی قوت اور جسمانی صلاحیت کے اعتبار سے کرنا ہے۔

زیادہ کھانا آپ ﷺ کی نظر میں:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آدمی کو بھرنے کے لیے سب سے جو بری چیز ملی ہے وہ اس کا پیٹ ہے پس اس کو ضرورت کے درجے میں رکھا جائے۔

ہماری بیماریوں کی بڑی وجہ:

آج کل ہماری بیماریوں کی اہم وجہ اوور ایٹنگ (Overeating) کی وجہ سے ہیں بلکہ یوں کہیے ڈائی ایٹنگ (Die Eating) کی وجہ سے ہیں۔ ڈائی ایٹنگ کرتے ہیں اور بے تحاشا کھالیتے ہیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ جتنی بھی بیماریاں ہیں۔ کولیسٹرول اوور ایٹنگ کی وجہ سے ہے، اگر ہم اپنی غذا کو کنٹرول کرلیں مقدار کو کم کرلیں تو صحت کا معاملہ آسان ہوجائے گا اور اگر اپنی پسند کو نبی کریم ﷺ کی پسند کے مطابق بنانے کی کوشش کریں تو پھر معاملہ اور آسان ہوجائے گا۔

سنت کو زندہ کرنے کا بڑا ثواب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میرے بعد کسی ایک سنت کو میری ان سنتوں میں سے زندہ کیا جو مٹ چکی تھیں جن کو امت

بھول چکی تھی جن پر عمل نہیں ہو رہا تھا۔ اگر کوئی ایسی ایک سنت کو زندہ کرے گا پس اس زندہ کرنے والے کو ان تمام لوگوں کا ثواب ملے گا جو اس کے زندہ کرنے کے بعد عمل میں لائیں گے۔

ہمیں کیا کرنا چاہئے:

ہمیں چاہئے کہ اتنا کھائیں کہ ہمارے جسم کی جو قوت ہے باقی رہے تاکہ ہم عبادت اور دوسرے کام کاج آسانی سے کر سکیں۔ ہماری حالت تو یہ ہے کہ اگر ہم ایک وقت کا کھانا نہ کھائیں تو دوسرے وقت سر میں درد ہونے لگتا ہے اور کچھ بھی اچھا نہیں لگتا۔ لہذا ہم یہ کر سکتے ہیں کہ ہم اس وقت کھائیں جب بھوک لگ رہی ہو اور اس وقت چھوڑ دیں جب تھوڑی سی بھوک باقی ہو۔

بھوک لگنے کا ثبوت:

واقعتاً بھوک لگنے کی دلیل یہ ہے کہ جو سامنے آجائے کھالیا جائے۔ یہ نہیں کہ کھانا سامنے آئے تو کہیں مجھے یہ نہیں چاہئے مجھے وہ نہیں چاہئے۔ اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ابھی نفس کے اندر بھوک کی خواہش کم اور لذتوں کی خواہش زیادہ ہے جس وقت بھوک لگ رہی ہو جو سامنے آجائے انسان کھا لیتا ہے کہ ابھی تو جو آگیا ہے ٹھیک ہے الحمدللہ۔ بسم اللہ پڑھی اور کھا لیا۔

کھانے میں کمی کیسے کی جائے؟

اگر ہمیں اوور ایٹنگ کی عادت ہے تو ہم کوشش کر کے روزانہ ایک نوالہ کم کرنا شروع کریں۔ ایک دو مہینوں میں ہماری غذا اعتدال پر آجائے گی۔ ایک دم چھوڑنا ممکن نہیں کیونکہ انسان ایک دن چھوڑ دے گا دو دن چھوڑ دے، تیسرے دن پھر اسی عادت پر آجائے گا اس لیے غذا کو آہستہ آہستہ کم کریں۔ اتنا ضرور کھائے کہ جس سے صحت باقی رہے۔ جنک فوڈ نہ کھائیں بازار کے کھانے نہ کھائیں اور ایسی چیزیں جن کا ہمیں معلوم ہے کہ نقصان ہی نقصان ہے یا نقصان زیادہ ہے فائدہ کم ہے ان کو چھوڑ دیں۔ نبی کریم ﷺ نے بھی غذا کے طور پر اس چیز کو اختیار فرمایا جو صحت کے لیے اچھی ہے اور جو چیز صحت کے لیے مفید نہیں، نبی کریم ﷺ نے وہ چیز استعمال کرنے سے اپنے آپ کو بچایا۔

حضرت فاروق اعظمؓ کی نصیحت:

حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بیٹا! کبھی گوشت اور روٹی کھایا کرو، کبھی روٹی اور گھی کھایا کرو، کبھی روٹی اور دودھ کھایا کرو، کبھی سرکہ اور روٹی کھایا کرو، کبھی زیتون اور روٹی کھایا کرو اور کبھی نمک کے ساتھ روٹی کھایا کرو اور کبھی فقط روٹی کے اوپر قناعت کیا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ ہر وقت اپنی مرضی کے کھانے نہ ہوں بلکہ کبھی باربی کیو بھی کھالے، کبھی چائینیز کھالے، کبھی پاکستانی سادہ کھانا بھی کھالیں، کبھی گوشت اور کبھی دال سبزی اور کبھی انسان بہت ہی ہلکا کام کرے کہ بس زیتون کا تیل ہو اور روٹی ہو اور تھوڑی سی کوئی اور ہلکی پھلکی چیز ہو اس طرح اپنے آپ کو کنٹرول کرنے کی عادت ڈالیں۔ کبھی ایسا بھی ہونا چاہئے کہ انسان ایک وقت کا ناغہ کرے تاکہ آپ کے دل میں لوگوں کے لیے ہمدردی پیدا ہو کبھی کبھی بھوکا رہنے کے بہت فائدے ہیں۔

حضرت ابو امامہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب ہماری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو رنگ برنگے کھانے کھائیں گے مختلف قسم کے مشروبات پئیں گے، رنگ برنگے کپڑے پہنیں گے اور خوب باتیں کیا کریں گے۔ یہ میری امت کے بدترین لوگ ہوں گے۔

غرض بحیثیت مسلمان ہمیں زندگی کے ہر پہلو میں اسراف سے گریز کرنا چاہئے خصوصاً کھانے میں بے اعتدالی سے ضرور بچنا چاہئے جو کئی بیماریوں کا موجب بنتی ہے۔

☆☆☆☆☆

میلاد مہم پلان 2019ء

بسلسلہ ماہ ربیع الاول

منہاج القرآن ویمن لیگ

تحریک منہاج القرآن آقا کریم ﷺ سے اپنی محبت کے اظہار اور لاکھوں کروڑوں دلوں کو اس محبت کی چنگاری سے بہرہ ور کرنے کے لیے ماہ میلاد النبی ﷺ کو نہایت ہی منظم انداز میں بڑے ذوق و محبت کے ساتھ مناتی ہے۔ کم و بیش ہر تحصیل میں ہزاروں خواتین شرکاء پر مشتمل محافل سالانہ پروگرامز کی صورت میں منعقد کی جاتی ہیں۔ یونین کونسلز، یونٹس اور ہزاروں گھروں میں بھی محافل انعقاد پذیر ہوتی ہیں۔ امسال ماہ ربیع الاول میں روحی فدا محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات اور تعلیمات کے ساتھ تعلق استوار کرنے کی اس مہم کا پلان درج ذیل ہے:

مقاصد:

۱۔ خواتین کو سیرت رسول ﷺ کے مختلف پہلوؤں سے روشناس کروانا۔

۲۔ میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے باطل عقائد کا رد کرنا۔

۳۔ فروغ عشق مصطفیٰ ﷺ کے لیے تحریک منہاج القرآن کے کردار کو اجاگر کرنا۔

۴۔ معاشرے کو جشن عید میلاد النبی ﷺ کو بطور ثقافت کا حصہ بنانے کی رغبت دلانا۔

۵۔ ایمان کا مرکز و محور ذات مصطفیٰ ﷺ ہے اس فکر کو خواتین معاشرہ کے ذہنوں میں راسخ کرنا۔

۶۔ عملی زندگی میں محبت و تعلیماتِ رسول ﷺ کو راسخ کرنے کے لیے حلقاتِ درود وفکر اور شب بیداری کا قیام واستحکام۔

لائحہ عمل:

سلوگن: قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کردے

دورانیہ: 50 دن (21 اکتوبر تا 10 دسمبر)

استقبال ربیع الاول: 21 صفرالمظفر تا 5 ربیع الاول)

ماہ میلاد النبی ﷺ (5 ربیع الاول تا 15 ربیع الثانی)

پروگرامز، انکی نوعیت اور انعقاد کی سطحیں:

استقبال ربیع الاول، ضیافت میلاد، سالانہ محافل، عالمی میلاد کانفرنس، یونین کونسل کی سطح پر یونٹس اور گھروں میں محافل میلاد، بچوں کے لیے محافل میلاد (ایگرز پلیٹ فارم سے)

فارمیٹ:

عنوان: قوت عشق سے ہر پست کو بالا کردے
دہر میں اسم محمد ﷺ سے اجالا کردے

شرکاء کی تعداد: کم از کم 1500 خواتین

مہمان گرامی: علاقہ کی 50 موثر خواتین

وینیو: علاقہ کا مشہور ومعروف ہال/ گراؤنڈ/ مارکی

تشہیر: میڈیا (الیکٹرانک و پرنٹ و سوشل میڈیا پر تشہیر) وسائل کی دستیابی کے مطابق، 30 نمایاں مقامات پر بینرز، فلیکسز

MSM میلاد پلان:

مقاصد:

☆ استقبال ربیع الاول کا شعور اور طالبات میں محبت

رسول ﷺ کا شعور و اہمیت اجاگر کرنا

☆ آمد مصطفیٰ ﷺ کے موقع پر محبت مصطفیٰ ﷺ کا اظہار

☆ سیرت رسول ﷺ کو اصل روح کے ساتھ اپنانے کی ترغیب دینا

☆ دورِ پرفتن میں طالبات کے عقائد کی حفاظت اور ان میں پختگی پیدا کرنا

☆ تنظیمی ڈھانچے میں استحکام لانے کی کوشش

سلوگن:

"مضمر تیری ﷺ تقلید میں ہے عالم کی بھلائی"

"رسول پاک ﷺ کی سیرت رہبری کے لیے"

دورانیہ: (50 دن)

استقبال ربیع الاول: (15 صفرالمظفر تا یکم ربیع الاول)

ماہ میلاد النبی ﷺ: (یکم ربیع الاول تا 15 ربیع الثانی)

مختلف ایکٹیویٹیز کی نوعیت اور انعقاد کی سطحیں:

ٹائیٹل: "سب خوشیاں مناؤ۔۔حضور ﷺ آگئے ہیں"

☆ استقبال ربیع الاول پروگرام

☆ لیٹر رائٹنگ: An epistle of love to the Beloved of Allah

☆ ربیع الاول کی مناسبت سے دانش کدہ کا انعقاد

☆ تقریری و مباحثہ مقابلہ جات

☆ عالمی میلاد کانفرنس میں شرکت

ایگرز میلاد پلان:

میلاد پلان (دورانیہ 21 اکتوبر تا 10 دسمبر)

سرگرمیاں:

☆ استقبال ربیع الاول

☆ سنتِ نبوی ﷺ ہماری مشعل راہ

☆ (To my Beloved Prophet (SAW .

(آقا کریم ﷺ کو محبت نامہ لکھنے کی سرگرمی)

☆ میلاد کی خوشی غمزدوں کے ساتھ

☆ ایگرز میلاد برائے تحصیل/ڈسٹرکٹ

سنتِ نبوی ﷺ ہماری مشعلِ راہ:

تعارف و مقاصد:

اس سرگرمی کے ذریعے سنڈے سکول یا ایگرز حلقہ درود میں بچوں کو آقائے دو جہاں ﷺ کے ساتھ محبت کا حقیقی تعلق پیدا کرنے کے لیےعملی طور پر آقا ﷺ کی خوبصورت سنت اور سیرت سے متعارف کروایا جائے گا۔

☆ اس سرگرمی کے ذریعےعملی طور پر آقائے نامدار ﷺ کی سنت کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کے لیے Motivation اور Awareness دی جائے گی۔

☆ جیسا کے سنت کے مطابق کھانے کا طریقہ، سونے کا طریقہ، بات کرنے کا طریقہ وغیرہ۔

طریقہ کار:

☆ ایگرز سنڈے سکول کی کلاسز، ایگرز حلقہ درود، اور محافل کے ذریعے بچوں کو سنت نبوی ﷺ سے روشناس کروایا جائے گا۔

☆ بچے آقا ﷺ کی سنت اور پسندیدہ عمل، اور اشیا کے ماڈلز تیار کریں گے۔ چھوٹی سطح پر سیرہ ایکسپو کا اہتمام کیا جائے گا جو کہ تحصیلی ایگرز کے میلاد میں نمائش کے لیے رکھے جائیں گے۔

☆ ان سنتوں پر عمل کرنے کے لیے Motivation دی جائے گی اور عمل کے لیے تیار کیا جائے گا۔

(To My Beloved Prophet (SAW)

☆ اس سرگرمی کے ذریعے بچے آقا کریم ﷺ کے ساتھ اپنی محبت اور عقیدت کا اظہار خط لکھ کر کریں گے۔

☆ اس خط کو خوبصورت سجانے کی ترغیب دی جائے گی اور سنڈے سکول کی آرٹ کلاس کے ذریعے بچوں کو سکھایا بھی جائے گا۔

☆ ان خطوں کو تحصیلی میلاد میں Display کیا جائیگا اور بعد ازاں ان میں سے کچھ کو عالمی میلاد میں ایگرز کے مختص کارنرز میں بھی Display کیا جائے گا۔

نوٹ: مکمل میلاد پلان کے حصول کیلئے اپنے علاقے کی زونل ناظمہ سے رابطہ کریں۔☆☆☆☆☆☆

منہاج القرآن ویمن لیگ کے زیر اہتمام منعقدہ سیدہ زینبؓ کانفرنسز 2019ء

محترمہ فرح ناز مری میں سیدہ زینبؓ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے

محترمہ عائشہ مبشر اور محترمہ انیلہ الیاس کی نارنگ منڈی میں منعقدہ سیدہ زینبؓ کانفرنس میں شرکت اور خطاب

محترمہ انیلہ الیاس کا خانقاں ڈوگراں میں سیدہ زینبؓ کانفرنس سے خطاب

محترمہ عائشہ شبیر جہلم میں سیدہ زینبؓ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے

نوٹ: اس کے علاوہ مرید کے اور حافظ آباد میں سیدہ زینبؓ کانفرنسز سے محترمہ عطیہ سہیل اور حافظہ سحر عنبرین نے خطابات کئے۔

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
NOV-2019
LAHORE
Regd CPL No.45

دہر میں اسمِ محمد ﷺ سے اُجالا کر دے

36 ویں سالانہ

عالمی میلاد کانفرنس

خصوصی خطاب **شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری**

11 اور 12 ربیع الاوّل کی درمیانی شب **مینار پاکستان**

زیرِ نگرانی: ڈاکٹر حسن محی الدین قادری
ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

Live Minhaj.tv پر براہِ راست

میلاد کانفرنس میں معروف قراء، نعت خواں، علماء کرام اور مختلف طبقات کی نامور نمائندہ شخصیات شرکت فرمائیں گی

خواتین کیلئے باپردہ انتظام

تحریکِ منہاج القرآن

042-111-140-140 www.minhaj.org
TahirulQadri TahirulQadri